اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

لاعلمی میں علم

★.... تصنیف لطیف ....★

مفسر اعظم پاکستان فیض ملت حضرت علامہ الحاج مفتی

ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی قادری

ناشر

اِدارہ تالیفات اُویسیہ۔ اسلامی کتب کا مرکز

خواجہ محکم الدین سیرانی روڈ بہاولپور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٭

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

نام کتاب : **لا علمی میں علم**

تصنیف لطیف : فیض ملت قبلہ محمد فیض احمد اُویسی قادری محدث بہاولپوری

ناشر : إدارہ تالیفات اُویسیہ۔ نزد سیرانی مسجد خواجہ محکم الدین
روڈ بہاولپور شہر 0321-6820890 / 0300-6830592

اہتمام : برادرِ طریقت محترم محمد سہیل اُویسی صاحب باب المدینہ (کراچی)

اشاعت اوّل : اپریل 2008ء

صفحات : 64

ہدیہ : -/ روپے

سعادت کمپوزنگ : محمد امین فضلوی چشتی۔ 0334-9924058
خدام رضا لائبریری چک 169/10-R خانیوال

تصحیح سعید احمد متعلم جامعہ اُویسیہ بہاولپور

تمہید

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٭

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

اما بعد ! حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کسی وقت کوئی بات ظاہر نہ کرنا مبنی برحکمت ہوتا' اسے لاعلمی پہ محمول کرنا نبوت دشمنی اور جہالت وسفاہت کا ثبوت دینا ہے۔ وقتی طور اظہار لاعلمی تعلیم اُمت کیلئے ہوتا خواہ وہ اظہارِ لاعلمی کفر کے سامنے ہو یا اہل کتاب کے لئے یا صحابہ کرام کے ہاں یا دیگر غیر مسلم اقوام کے سامنے۔ اس کی تفصیل آتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں تعلیم کیلئے مبعوث ہوئے ہیں قرآن مجید نے آپکی تشریف آوری کی علت غائیہ تعلیم ہی بتائی ہے

"کما قال اللّٰہُ تعالٰی یعلمھم الکتاب والحکمۃ"

یہ انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اسی لئے کفار ان پڑھ جاہل تو ۔۔۔ متکبر تھے انکے سامنے ہر معاملہ اللہ تعالٰی کے سپرد فرماتے تا کہ ان کی ذاتِ حق تعالٰی سے ۔۔۔ جائے اور اہل

کتاب پڑھے لکھے تھے۔ اُنہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار تھا لیکن چونکہ آپ کی نبوت اور آپ کی ذات صفات کی علامات ان کی کتابوں میں موجود تھیں اسی لئے اُن کے سامنے لاعلمی کا اظہار اُن کے اُصول کی طرف متوجہ کرنا تھا ایسے ہی صحابہ کرام کے سامنے بعض اوقات مسائل واحکام کی تعلیم مطلوب ہوتی جس کی وضاحت کیلئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔

(وما توفیقی الا باللّٰه العلی العظیم)

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان

۳ جمادی الاوّل ۱۴۰۸ھ

بمطابق 20 جنوری 1988ء

بروز بدھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

مقدمہ

یہ سب کو مسلّم ہے کہ اہل کتاب کی کتب میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق تفصیلی حالات موجود تھے اس لئے اہل کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے منتظر تھے آپ کی تشریف آوری پر آپ کے صفات کی جانچ پڑتال میں بھی لگے رہتے بہت سے خوش قسمت اہل کتاب اسی جانچ پڑتال کے بعد ہی ایمان لے آئے۔ چند واقعات اور شواہد حاضر ہیں:۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن سعنہ ایک مالدار یہودی تھا' جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسلام کی دعوت یہود کے سامنے پیش کی تو آپ کی تعلیم نے زید کو پوری طرح متوجہ کر لیا اور وہ خاموشی سے آپ کی شخصیت اور آپ کی تعلیمات کا مشاہدہ کرتے رہے جب دعوت حق کے برحق ہونے کا یقین حاصل ہو گیا تو زید بن سعنہ حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شخصی اوصاف بیان کرنے لگے۔ آپ ﷺ کی رفتار' گفتار اور دیگر طور طریق کو دیکھتے رہے انہیں کو دیکھ کر اُن کا دل قائل ہوتا چلا گیا۔

ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں زید بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدو عرب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے ایک تشویش ناک اطلاع دی۔ اُس نے کہا کہ میں نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا اور اس نے اسلام قبول کر لیا' میں نے اُن سے کہا تھا کہ اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ عزوجل تم پر رزق کے دروازے کھول دے گا' اور تمہیں مالا مال

کرو ے گا مگر بدقسمتی سے معاملہ کچھ برعکس ہی ہوا اور میری قوم سخت قحط میں مبتلا ہوگئی اب اگر ان کی مدد نہ کی گئی تو خطرہ ہے وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائے گی۔

معاملہ بڑا اہم اور فوری توجہ طلب تھا' اگرچہ مدینہ میں خود مسلمان بڑے سخت اقتصادی بحران سے گزر رہے تھے' مہاجر روزگار سے لگے نہیں تھے۔ فقر و فاقہ کی زندگی نے گھیر رکھا تھا اس وقت جب کہ اسلامی جماعت میں ایک ایک فرد کی شمولیت بڑی قدر و قیمت رکھتی تھی۔ پھر اتنا بڑا نقصان کیسے برداشت کیا جاتا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف دیکھا' اُنہوں نے عرض کیا کہ فی الوقت کچھ موجود نہیں ہے۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور جو لوگ حاضر تھے وہ بھی بڑی تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ عین اس وقت زید بن سعنہ نے پیش کش کی کہ مجھ سے اسی (۸۰) مثقال سونا قرض لے لیجئے اور مقررہ وقت پر اس کے عوض کھجوریں دے دیجئے۔ یہ بڑی بروقت مدد تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے معاہدہ فرما لیا اور زید سے سونا لے کر بدو کو دیدیا۔ دو تین دِن معاہدہ میں ابھی رہتے تھے کہ زید اپنے قرض کی یاد دہانی کے طور اس وقت پہنچا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ جنازہ کے لئے اپنے رفقاء کے ساتھ ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے دھوپ بڑی تھی اور وہ دوپہر سخت بھی تھی اور غم انگیز گرمی کی شدت سے پریشان ہو رہے تھے زید نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کا دامن پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے نہایت ترشروئی سے کہا:۔

"اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا قرضہ ادا نہیں کرتے'
خدا کی قسم! میں عبدالمطلب کی اولاد کو خوب جانتا
ہوں وہ بڑے نادہندہ ہیں۔"

اس بدتمیزی پر سب کو غصہ آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکے اور زید کو ڈانٹ کر کہا:

"او خدا کے دشمن! (نعوذ باللہ) تُو کیا بَکتا ہے؟ خدا کی قسم
مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برہمی کا اندیشہ نہ ہوتا تو
مَیں تیری گردن اُڑا دیتا۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تختی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خفگی کی نظر سے دیکھا اور فرمایا

'اے عمر! ایسے موقع پر تو تم کو چاہیے تھا کہ مجھے ادائے
قرض کی تلقین کرتے اور زید کو حسنِ مطالبہ کی نصیحت کرتے'

پھر ہدایت کی کہ جاؤ او۔ ادائے قرض کا انتظام کرو اور اس تلخ لہجہ کی تلافی میں بیس صاع کھجوریں زیادہ دے دو۔ زید کو نہ قرض واپس لینا تھا اور نہ کھجوروں کی ضرورت تھی اور نہ اُس کے دِل پر عمر رضی اللہ عنہ کی ڈانٹ کا کوئی ملال تھا۔ بلکہ اَب تو وہ عجیب طرح کی مسرّت محسوس کر رہے تھے۔ یہی وہ حسنِ اخلاق تھا جس کا حوالہ انہوں نے مقدس صحیفوں میں پڑھا تھا وہ جو کچھ پرکھ رہے تھے اس کی اصلیت کُھل کر سامنے آ چکی تھی چنانچہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گواہ بنا کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اپنا نصف مال بھی مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ جب وہ اپنی قوم کے پاس لَوٹ کر آئے تو وہاں اُن کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ علمائے یہود نے طنزاً دریافت کیا:

'زیدتم تو قرض وصول کرنے گئے تھے؟ اس پر انہوں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ قرض چکانے گیا تھا جو میرے ذمہ تھا'

(خدام الدین لاہور)

﴿نوٹ﴾......اس واقعہ کی مزید تفصیل آتی ہے۔

﴿فائدہ﴾......یہ حوالہ کتب حدیث میں موجود ہے فقیر نے مخالفین کے رسالہ کا حوالہ دیا ہے تا کہ سند رہے۔ اور اس سے واضح ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمداً یہودی کے تقاضے اور سخت لہجے برداشت کئے تا کہ یہودی کو یقین ہو جائے کہ آپ وہی بااخلاق رسول آخر الزماں ہیں جن کا ذکر ان کی کتابوں میں ہے۔-

یہودی عالم کا حال

عَنْ عَلِیٍّ (رضی اللہ عنہ) اَنَّ یَھُوْدِیًّا کَانَ یُقَالُ لَہٗ فُلَانٌ" حِبْرٌ کَانَ لَہٗ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَنَانِیْرُ فَتَقَاضَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَہٗ یَا یَھُوْدِیُّ مَا عِنْدِیْ لَا اُعْطِیْکَ قَالَ فَاِنِّیْ لَا اُفَارِقُکَ یَا مُحَمَّدُ حَتّٰی تُؤْتِیَنِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذًا اَجْلِسُ مَعَکَ فَجَلَسَ مَعَہٗ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الظُّھْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ الْاٰخِرَۃَ وَالْغَدَاۃَ وَکَانَ اَصْحٰبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَتَھَدَّدُوْنَہٗ وَیَتَوَعَّدُوْنَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک یہودی جسے "فلاں جر" کہا جاتا تھا اس کے رسول اللہ ﷺ کے ذمے کچھ قرضہ جات تھے پھر اس یہودی نے رسول اللہ ﷺ سے تقاضا کیا پھر آپ ﷺ نے اس یہودی سے فرمایا' اے یہودی نہیں ہے میرے پاس کچھ جو تمہیں دے دوں اس یہودی نے کہا میں آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوں گا۔ اے محمد! یہاں تک کہ تو مجھے میرا قرضہ نہ دیدے پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تب تک میں بھی تیرے پاس ہی بیٹھا رہوں گا پس آپ اس کے پاس ہی رہے پھر پڑھی رسول اللہ ﷺ نے ظہر' عصر' مغرب اور پچھلی عشاء کی نماز اور (دوسرے دن کی) صبح اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام اس یہودی کو ڈانٹتے تھے اور اس کو خوف دلاتے تھے۔

فَفَطِنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا الَّذِیْ یَصْنَعُوْنَ بِہٖ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَھُوْدِیٌّ" یَحْبِسُکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنَعَنِیْ رَبِّیْ اَنْ اَظْلِمَ مُعَاھِدًا وَغَیْرَہٗ فَلَمَّا تَرَجَّلَ النَّھَارُ قَالَ الْیَھُوْدِیُّ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَشَطْرُ مَالِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَنَّ وَاللّٰہِ مَا فَعَلْتُ بِکَ الَّذِیْ فَعَلْتُ بِکَ اِلَّا لِاَنْظُرَ اِلٰی نَعْتِکَ فِی التَّوْرَاۃِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ مَوْلِدُہٗ بِمَکَّۃَ وَمُھَاجَرُہٗ بِطَیْبَۃَ وَ مُلْکُہٗ بِالشَّامِ لَیْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِیْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا مُتَزَیٍّ بِالْفُحْشِ وَلَا قَوْلِ الْخَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ھٰذَا مَالِیْ فَاحْکُمْ فِیْہِ بِمَا اَرَاکَ اللّٰہُ .

پس رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ پس انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ ایک یہودی آپ کو بند کر کے بیٹھا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے میرے رب نے منع کیا ہے اس بات سے کہ میں معاہد پر ظلم کروں اور اس کے غیر پر۔ پھر جب اوپر آیا سورج یہودی نے کہا **اشهد ان لا اله الا الله واشهد انک رسول الله** اور آدھا میرا مال اللہ کے راہ میں خیرات ہے۔ خبردار قسم ہے خدا کی نہیں کیا میں نے تیرے ساتھ وہ جو کیا میں نے مگر تا کہ دیکھوں جو صفت تیری تورات میں ہے۔ محمد بن عبداللہ اس کی پیدائش کی جگہ مکہ معظمہ ہے اور اس کی ہجرت کی جگہ طیبہ (جو مدینہ منورہ کا دوسرا نام ہے) اور ملک اس کا شام تک ہوگا اور وہ تندخو نہیں ہوگا اور نہ سخت طبع ہوگا اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا ہوگا اور نہ فحش گو ہوگا اور نہ سخت مزاج ہوگا۔ اشہد ان الہ الا اللہ تحقیق تو اللہ کا رسول ہے اور یہ ہے میرا مال' پس تو حکم کر اس میں جو تمہیں اللہ سمجھائے۔ اور یہ یہودی بہت مالدار تھا۔

(رواه البيهقي في الدلائل)

﴿فائدہ﴾......اس روایت پر غور ہو کہ یہودی عالم نے آپ کو جن نشانیوں سے پہچانتا تھا وہ پہچان لیا اور مسلمان ہو گیا۔ حضور علیہ السلام کا یہ طریقہ اختیار کرنا لاعلمی اور عدم اختیار کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ یہودی کے اطمینان کے لئے تھا۔

یہودیانِ خیبر:

خیبر کی فتح کے بعد جب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قلعہ غوص کے اندر داخل ہوئے تو والیٔ قلعہ کنانہ ابن ابی الحقیق کو دربارِ رسالت میں پیش کیا گیا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کنانہ سے دریافت کیا کہ تمہارے باپ دادا نے جو خزانہ چھوڑا ہے وہ کہاں ہے؟ اس خزانہ سے مراد وہ جواہرات تھے جو کہ ایک اُونٹ کی کھال کے اندر بند تھے۔

کنانہ نے جواب دیا کہ یا ابا القاسم وہ خزانہ ہم نے لڑائیوں اور دوسرے کاموں میں صرف کر دیا۔ اب وہ خزانہ باقی نہیں رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکرّر ارشاد فرمانے پر کنانہ قسم کھا کر خزانہ کا انکار کرنے لگا۔

حضور اکرم نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے غلط بیانی کی ہے۔ کیا تم اس پر راضی ہو کہ اگر تمہارا یہ بیان غلط ہوا اور وہ خزانہ برآمد ہو گیا تو تمہارا خون بہایا جائے اس نے اقرار کیا۔ آپ نے کنانہ کے اس بیان پر جلیل القدر صحابہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی گواہیاں کرائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دربارِ الٰہی سے اس خزانہ کی جگہ کی نشاندہی کر دی گئی تھی آپ نے کنانہ کے دوسرے بھائی سلام بن ابی الحقیق کو بلا کر دریافت فرمایا کہ کیا تمہیں اس خزانے کا کچھ حال معلوم ہے جس سے کنانہ نے انکار کیا ہے۔ سلام نے عرض کیا کہ حضور مجھے خزانے کا حال تو بالکل معلوم نہیں لیکن میں نے یہ اکثر دیکھا ہے کہ میرا بھائی کنانہ فلاں ویرانہ میں صبح کو بارہا جاتا ہے۔ ممکن ہے وہاں کچھ دفینہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا۔ چنانچہ خزانہ برآمد ہو گیا کنانہ نے چونکہ اپنے قتل کے محضر پر

خود دستخط کر دیئے تھے۔ اب اس کو امان طلبی کا کوئی موقع نہ تھا۔ لہٰذا کنانہ کو حضرت محمد بن مسلمہ کے سپرد کر دیا گیا۔ محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے برادرِ حقیقی اس میدان میں شہید ہو گئے تھے۔ لہٰذا اقصاص میں کنانہ کو انہیں دیدیا گیا اور مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی کے قصاص میں کنانہ کو قتل کر دیا گیا۔

یہودیوں کا حال:

اَلَّذِیْنَ آتَیْنَا ھُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ ھُمْ

(القرآن پ۲)

وہ نبی آخر الزماں کو پہچانتے ہیں جیسے ماں باپ اپنے بیٹے کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام الہامی کتب و صحائف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف بیان فرمائے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

" اَلّذین یتّبعون الرّسول النّبی الامّی الذی
یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل
یامرھم بالمعروف و ینھٰھم عن المنکر ویحلّ
لھم الطیبٰت ویحرّم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم
امرھم والاغلٰل الّتی کانت علیھم فالّذین امنو
بہ وعزّروہ ونصروہ واتبعو النور الذی انزل
معہ اولٰئک ھم المفلحون o

﴿ترجمہ﴾ ....."وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور بُرائی سے منع فرمائے گا۔ اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور اُن پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔ تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا وُہی بامراد ہوئے۔"

(پ ۹)

اس آیت مبارک کی تصدیق آج تک توریت وانجیل بیانگ دُہل دے رہی ہیں۔

(یوحنّا کی انجیل باب ۱۴ آیت نمبر ۱۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

"اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا" کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی اور ابد تک اولادِ آدم کے ساتھ رہیں گے۔

﴿فائدہ﴾ ..... دونوں آیتوں اور انجیل کے حوالہ سے ثابت ہوا کہ اہلِ الکتاب حضور نبی

پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو جانتے تھے لیکن مانتے نہیں تھے تو ہمارا مدعی تو بھی یہی ہے کہ اظہار لاعلمی لاعلمی کی دلیل نہیں کبھی انسان لاعلمی اپنے کسی مقصد کے لئے ظاہر کرتا ہے تو اہل کتاب کی لاعلمی کا اظہار غلط مقصد کے لئے تھا لیکن کسی وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نیک مصلحت کے لئے لاعلمی ظاہر فرماتے تھے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام واقعی لاعلم ہوتے تھے۔۔!

قواعد واُصول لاعلمی میں علم:

یہاں چند اسلامی قواعد واُصول عرض کر دوں تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو:

قاعدہ اسلامیہ:...... یہود و دیگر اہل کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات جسمانی وروحانی اور اخلاقی، معاشرتی اور علمی وعملی معلوم تھیں اسی لئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آزمانے کے لئے مختلف اطوار سے پیش آتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اُنہی علامات کے جواب دیتے یا عملی کاروائی اسی طرح کرتے جس طرح اُن کے علم میں ہوتی اگر بظاہر ایسے معلوم ہوتا کہ یہ قول وعمل آپ کے علم کے منافی ہے یا آپ کو اختیار نہیں حالانکہ علم بھی ہوتا اختیار وتصرف بھی۔ اُنہیں سے ایک واقعہ حاضر ہے:۔

"حضرت زید بن سعنہ (یہودی تھے) مسلمان ہونے سے پہلے قرضہ کا مطالبہ کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کندھے مبارک کو پکڑ کر زور سے اسے کھینچا اور سخت کلامی کی اور کہا اے بنو عبدالمطلب تم قرض ادا کرنے میں بہت سست ہو۔ اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے ڈانٹا اور اور سخت الفاظ میں جواب دینا شروع کیا۔

حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم ریز لہجے میں فرمایا:

''کہ اس انتقامی گفتگو سے ہمیں نصیحت کی زیادہ ضرورت ہے آپ مجھ سے جلد قرض ادا کرنے کیلئے کہتے اور اُسے یہ نصیحت کرتے کہ قرض کا مطالبہ اچھے طریقے سے کرنا چاہیے۔''

اس کے بعد حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن سعنہ سے فرمایا کہ ادائیگی کی مقررہ معیاد میں ابھی تین دن باقی ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کا قرض ادا کیجئے اور اسے خوفزدہ کرنے کے عوض بیس (۲۰) صاع کھجوریں زیادہ دیجئے۔ اس لطف عمیم وخلق عظیم کو دیکھ کر حضرت سعنہ رضی اللہ عنہ کے دِل میں اسلام نے اثر ڈالا اور وہ مسلمان ہو گئے۔

(اعلام النبوة امام دراوردی)

﴿تبصرہ اُویسی﴾......

واقعہ ھذا کے قاعدہ مذکورہ پر فقیر کے استدلال کے چند وجوہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی خصلتیں دیکھیں اور پہچان لی تھیں (لیکن وہ بتائی کسی کو نہیں تھیں دِل ہی دِل میں یہ تاثرات رہے) زید بیان کرتے ہیں کہ صرف دو اُمور باقی رہ گئے تھے جن کی مجھے خبر نہ تھی:

﴿۱﴾......آپ کے حوصلے اور بردباری کو جہل پر سبقت ہے۔

﴿۲﴾......آپ کے ساتھ جاہلانہ سلوک کرنا آپ کے صبر وتحمل کو زیادہ ہی کرتا ہے جب میں نے اس طرح امتحان لیا تو آپ کو ویسا ہی پایا جیسے مجھے خبر دی گئی۔

فائدہ 1......اس سے واضح ہوا کہ یہود اہل کتاب حضور علیہ السلام سے امتحاناً اور آزمائشی طور سوالات یا عملی کاروائی کرتے۔

فائدہ 2......حضور علیہ السلام کو بھی علم ہوتا کہ یہ اُن کی آزمائش اور امتحان ہے۔ تبھی تو آپ اُن

کے دلی منشاء کے مطابق کاروائی کرتے ورنہ یہاں مخالف کی اتنا سخت کاروائی پر کچھ نہ کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جوش کو ٹھنڈا کیا بلکہ الٹا انکو ڈانٹا اور مخالف کو سخت بات کرنے کے عوض بیس صاع زیادہ دینے کا حکم فرمایا۔ حالانکہ ایک موقعہ پر منافق نے معمولی بات اور وہ بھی بظاہر حق بھرے مجمع میں حضور علیہ السلام کی خفت ظاہر کرنے کے لئے کہا:

''اعدل یا رسول اللّٰه'' اس کے اس جملہ پر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا سخت ناراض ہوئے کہ تا حال اُس کی برادری یعنی گستاخانِ نبوت اس گستاخی کی سزا بھگت رہی ہے۔ جس کی تفصیل فقیر اپنی کتاب ''با اَدب بانصیب'' میں لکھ دی ہے۔ ایسے ہی ایک اعرابی نے نہ صرف سخت جملہ کہا بلکہ حضرت ابن سعنہ سے بہت زیادہ بے ادبانہ و گستاخانہ طریق سے پیش آیا چنانچہ مروی ہے کہ ایک اعرابی آیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُوپر موٹی چادر تھی اعرابی نے آپکی چادر کو اتنا زور سے کھینچا کہ اگر آپ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی۔ اس کے بعد اعرابی کہنے لگا آپ کے پاس جو اللہ کا دیا ہوا مال ہے مجھے اس میں سے دو اُونٹ عنایت فرمایئے۔ اور یہ اونٹ آپ اپنے مال سے یا اپنے باپ کے مال سے تو نہیں دینگے۔ یہ مال غنیمت ہے اس سے ہر ایک لینے کا حق رکھتا ہے۔ اس کی اتنا سختی پر صرف اتنا فرمایا کہ تُو نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔ لیکن اس سے بدلہ نہ لیا بلکہ دو اونٹ جو اور کھجور کے بھر کر عطا فرمائے۔

(شفاء)

ان واقعات کا موازنہ کر کے انصاف کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فعل وقول اور عمل مبنی بر حکمت ہوتا ہے اس سے آپ کی لاعلمی یا عدم اختیار ثابت کرنا جاہلوں یا نبوت کے گستاخوں کا کام ہے۔

قاعدہ اسلامیہ 2 :

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ اقدس شریف شریعت ساز زمانہ تھا۔اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بظاہر لاعلمی کے امور صادر فرماتے تا کہ قاعدہ شرعیہ اور اُصول اسلام رائج ہو۔مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے کہ اُمت کے لئے ضابطہ تیار ہو کہ جھگڑوں کے فیصلہ میں مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان میں صحیح فیصلہ کیا جا سکے چنانچہ فرمایا:۔

" البيّنة على المدعیٰ و ليمين على من انكر "

﴿ترجمہ﴾...... 'مدعی اپنے دعویٰ پر بیّنہ (گواہ وغیرہ) لائے اگر اس کے پاس بیّنہ (گواہ وغیرہ) نہیں تو مدعا علیہ قسم کھائے '

چنانچہ ذیل میں آپ کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی بلکہ قاعدہ اسلامیہ کا اجراء ہے:۔

سوالِ علمِ غیب:

چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کو سُنا۔آپ نے باہر تشریف لا کر فرمایا کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں میرے پاس خصم یعنی جھگڑنے والے آتے ہیں شاید بعض تمہارا بعض سے خوش بیان ہو اس کی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں اور اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔پس جس کو میں حق مسلمان کا دلاؤں وہ سمجھے کہ جہنم کا ایک ٹکڑا میں دلاتا ہوں۔اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگر علم غیب ہوتا تو آپ کو فیصلہ کے خلاف کا خوف نہ ہوتا۔

﴿جواب 1﴾......اس حدیث سے استدلال غلط ہے کیونکہ نفی صریح نہیں اور محض گمان ہے اور

یہ دلیل نہیں بن سکتا۔

﴿جواب 2﴾......حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کو تعلیم کے لئے اپنے لئے وہی طریقہ اختیار فرماتے جو عمومی طور وقوع پذیر ہوتا کہ اگر کوئی ایسے اُمور میں مبتلا ہو تو اسی طرح کرے جیسے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تا کہ غلط کام سے بچ جائے خدانخواستہ غلطی ہو بھی جائے تو اس سے مواخذہ نہ ہو۔اس لیے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رہتی دُنیا تک اُمت کا بھلا کیا ہے لیکن بدقسمتوں نے اُلٹا ایسے کریم کو لاعلم ثابت کرنے کی سعی خام کی۔

﴿جواب 3﴾......حضور سرورِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود اس تمام کلام سے تہدید ہے کہ لوگ ایسا ارادہ نہ کریں کہ دوسروں کا مال لینے کے لئے زبانی قوتیں خرچ کریں۔چنانچہ حدیث میں ہے جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا:۔

" فَاِنْ قَضَيْتُ لِاَحَدٍ مِنْكُمْ بِشَيْئٍ مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ "

﴿ترجمہ﴾......'یعنی اگر میں تم میں سے کسی کو دوسرے کی چیز دِلا دُوں تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے'

مراد تو یہ ہے کہ تم جو باتیں بناؤ تو اس سے حاصل کیا۔بفرضِ محال اگر میں تمہاری تیز زبانی اور شیریں بیانی سُن کر تمہیں دوسرے کا حق دِلا دُوں تو بھی فائدہ کیا وہ تمہارے کام کا نہیں بلکہ تمہارے ہی لئے وہ دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے تو تم دوسرے کا حق لینے میں کوشش ہی نہ کرو۔ مقصود تو تعلیم تھی لیکن افسوس کہ مخالفین نے نفی علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر استدلال کیا۔

﴿جواب 4﴾......اگر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کا حق (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کسی دوسرے

کو دِلا دیتے تو بھی کچھ جائے عذر ہوتی کہ اب تو کچھ شبہ کا موقع ہے کہ حضرت نے کسی کا حق تھا کسی کو دلوایا۔ مگر یہاں شبہ کو بھی کچھ علاقہ نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک کا حق دوسرے کو دِلا دیا بلکہ جو لفظ فرمائے وہ بھی جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ میں وقوع امر ضروری نہیں۔ جب تک وقوع جزا نہ ہو جیسا کہ علم نحو پڑھنے والے خوب جانتے ہیں۔

حضرت امام اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

'حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض اُمور مخفی رکھنے پر مامور تھے'

(روح البیان۔ تحت آیت **فاصدع بما تومر** الخ: پارہ ۱۴)

اس قاعدہ کی تائید بخاری شریف کی حدیث ذیل سے ہوتی ہے:

عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ	عبادۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ
خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ یخبرنا بلیلۃ القدر	تشریف لائے تا کہ ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دیں
فتلاحی رجلان من المسلمین فقال	دیکھا کہ دو مرد جھگڑ رہے ہیں آپ نے فرمایا
خرجت لاخبر کم بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فتلاحیٰ	کہ میں لیلۃ القدر کی خبر دینے آیا تھا لیکن
فُلَانٌ" وَفُلَانٌ" فَرُفِعَتْ دعی اَنْ یکون	فلاں بن فلاں جھگڑ رہے تھے ان کی وجہ سے
خیر الکم فالتمسوھا فِی التاسعۃ	لیلۃ القدر کا علم اُٹھا لیا گیا ہے یہ بھی تمہاری
والتابعۃ والخامستہ و باب رفع معرفۃ	بھلائی کے لئے ہے اب اسے آخری عشرہ کی
لیلۃ القدر الخ	نویں اور ساتویں اور پانچویں میں تلاش کرو۔

﴿تبصرہ اُویسی غفرلہٗ﴾......

1۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خبر دینے کے لئے تشریف لانا بتاتا ہے کہ اس کا علم آپ کو

منجانب اللہ حاصل تھا ورنہ خبر دینے کے لئے تشریف لانے کا کیا معنی۔۔۔؟

2۔ جھگڑے سے اس کا علم اُٹھا لیا گیا اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ بے ادبی و گستاخی کی نحوست بڑا عذاب ہے کہ نہ صرف بے ادب خمیازہ بھگتتا ہے بلکہ اس کے اثرات دوسروں پر بھی پڑتے ہیں اسی لئے حضرت مولانا رومی قدس سرہٗ نے فرمایا:

بے ادب نہ تنہا خود را داشت بد　　بلکہ آتش رو در آفاق زد

3۔ **فَرُفِعَتْ** بصیغہ مجہول بتاتا ہے کہ اس کا اُٹھنا امت کیلئے ہے ورنہ اس کی تعیین رسالت آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت رہی چنانچہ حضرت امام بدر الدین عینی شارح بخاری قدس سرہٗ المتوفی ۸۵۰ھ عمدۃ القاری شرح بخاری صفحہ ۱۳۸ جلد ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ

" روی عن ابن عینیہ انہ اعلم بعد ذلک بتعینھا"

﴿ترجمہ﴾...... 'ابن عینیہ سے مروی ہے کہ اس کے بعد حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسکی تعیین کا علم دیئے گئے۔'

﴿سوال﴾...... زینب بنت ام سلمہ سے پوچھا گیا کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لیلۃ القدر کی تعیین کو جانتے تھے انہوں نے فرمایا:-

"وَعلمھا لما قام الناس فی غیرھا"

اگر آپکو علم ہوتا تو پھر لوگ غیر راتوں میں قیام نہ کرتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو تنبیہہ کرتے '

﴿جواب﴾...... یہ بی بی کا اپنا اجتہاد ہے جو قیاس محض تخمینہ ہو وہ ساقط اعتبار ہوتا ہے مخالفین عموماً اس طرح کے تخمینے کرتے ہیں وہ ساقط الاعتبار ہیں۔ بہرحال اس سے واضح ہوا کہ بعض امور میں مصلحتوں کے تحت ظاہر نہیں کئے جاتے اُن کو ظاہر نہ کرنا لاعلمی کی دلیل نہیں ہوتی۔

﴿تبصرہ اُویسی غفرلہٗ﴾......

اس قاعدہ میں بہت سے اختلافی مسائل کا حل ہے:۔

﴿۱﴾......تعیین لیلۃ القدر نبی پاک ﷺ کو معلوم تھی لیکن اسے مخفی رکھنے پر مامور من اللہ تھے۔

﴿۲﴾......حقیقت روح

﴿۳﴾......جمعہ کی مستجاب گھڑی وغیرہ وغیرہ ان کے متعلق فقیر کے مستقل رسالے ہیں یونہی یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام دوران ہجر وفرقت معلوم تھے لیکن انہیں ان کے مخفی رکھنے کا حکم تھا تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ "علم یعقوب علیہ السلام"

قاعدہ نمبر 4 :

بہت سے خالی الذہن سمجھتے ہیں کہ کسی امر کے متعلق سوال یا شکوہ وغیرہ لاعلمی ہوتا ہے غلط ہے اس لئے کہ قرآن مجید واحادیث میں بہت سے دلائل موجود ہیں جن سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ علم کے باوجود خود اللہ تعالےٰ نے بارہا سوال کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی بسا اوقات ایسے سوالات پوچھے جن کے متعلق آپ کو علم ہوتا لیکن اسے ہم حکمت پر محمول کرتے ہیں چونکہ وہابی نجدی دیوبندی مزاج رکھنے والے اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاعلمی کی دلیل سمجھتے ہیں اس لئے فقیر چند حوالہ جات از قرآن مجید اور احادیث مبارکہ وغیرہ جمع کرکے اس کا ازالہ کرتا ہے:

قرآنی آیات باری تعالیٰ کے بارے میں

﴿1﴾۔

واذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ (پارہ ٦)

﴿ترجمہ﴾......اور جب تیرے رب نے ملائکہ کو فرمایا کہ میں زمین میں ایک نائب بناتا ہوں۔

﴿فائدہ﴾......

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے مشورہ لیا کیوں۔۔؟ لاعلمی سے۔۔۔! (معاذ اللہ) بلکہ یہ مشورہ ملائکہ کرام کے اعزاز واکرام کے لئے تھا جیسا کہ مفسرین نے فرمایا۔

(تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "امام احمد رضا اور علم الحدیث")

ثابت ہوا کہ علم کے باوجود لاعلمی محض مبنی بر حکمت ہے وہ یہ ہے کہ مشورہ سے کبھی اعزاز واکرام مطلوب ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لینے کا حکم فرمایا

"وشاورھم فی الامر"

﴿ترجمہ﴾......'اور امور میں آپ ان سے مشورہ کریں'

اس لیے آپ نے بارہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا جسے مخالفین نے لاعلمی پر محمول کیا اور ہم نے حکمت اور تعمیل امر رب تعالیٰ پر۔۔۔

﴿۲﴾۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی :

" رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی "

﴿ترجمہ﴾......'اے میرے رب تعالیٰ مجھے دکھا تو مردے کیسے زندہ کرتا ہے۔'

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ "

﴿ترجمہ﴾......'کیا تمہارا اس پر ایمان نہیں'

جواب میں عرض کیا:

" ولٰکن لیطمئن قلبی "

﴿ترجمہ﴾......'ایمان تو ہے صرف اطمینان نہیں ہے۔'

اس لئے کیونکہ 'شنیدہ کے بود مانند دیدہ'

دیکھئے اللہ تعالیٰ کو ہم عَلِیْم" بِذَاتِ الصُّدُوْر جانتے ہیں لیکن اس نے ابراہیم علیہ السلام سے دل کے عقیدہ سے سوال کر دیا تو اسے لاعلمی نہ کہیں گے۔۔

﴿۳﴾......اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی

﴿ترجمہ﴾...... 'اور اے موسیٰ تمہارے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے؟'

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ڈنڈے کے متعلق سوال کر دیا کہ یہ کیا ہے۔

حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ ڈنڈا ہاتھ میں تھا اور اس کا خالق بھی اللہ ہے۔لیکن سوال کر دیا تو اسے لاعلمی نہ کہیں گے بلکہ حکمت پر محمول کریں گے۔

﴿۴﴾......قیامت میں انبیاء علیہم السلام سے سوال فرمایا جائے گا 'مَاذَا اجبتم' تو اُمتوں سے کیا جواب ملا۔اس سے بھی لاعلمی ثابت نہیں کریں گے بلکہ حکمت پر محمول کریں گے۔

﴿۵﴾......حضرت عزیر علیہ السلام سے سوال کیا

" کَمْ لَبِثْتَ "

﴿ترجمہ﴾......'تم یہاں کتنا دیر ٹھہرے'

یہ سوال بھی مبنی برحکمت ہے۔

اسی طرح درجنوں آیات ہیں جنہیں بظاہر اللہ تعالیٰ کے لئے لاعلمی کا احتمال ہوتا ہے تو مومن کا کام ہے اسے حکمت پر محمول کرے نہ کہ بے سند و بے دین کی طرح اللہ تعالیٰ کو لاعلمی کی تہمت لگائے ایسے ہی نبوت کے متعلق سمجھئے۔

احادیث مبارکہ (باری تعالیٰ کے بارے میں)

﴿1﴾......بے شمار احادیث میں سے چند نمونہ کے طور عرض ہیں کچھ اختصار اور کچھ تفصیل سے۔

صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

یَسْأَلُھُمْ رَبُّھُمْ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے۔

مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ یعنی میرے بندے کیا کہتے ہیں۔

﴿فائدہ﴾......کوئی بیوقوف کہہ سکتا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ سوال لاعلمی ہے۔

﴿2﴾...... اللہ تعالیٰ کا کراماً کاتبین کے ذریعے اعمال نامے لکھوانا۔

﴿3﴾......فرشتوں کی معرفت اعمال تلوانا۔

﴿4﴾......ملک الموت کے ذریعے جان کا قبض کروانا۔

﴿5﴾......قبر میں منکر ونکیر کے ذریعے حساب وکتاب لیناوغیرہ

اس قسم کے ہزارہا واقعات کہ جن سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ علم غیب نہیں ہے۔ اس بنا پر کہ وہ فرشتوں کے ذریعے حالات دریافت کرتا ہے۔ حاشا و کلّا۔

یہ احتمال اور یہ شک کرنا نہ صرف غلطی اور جہالت ہے بلکہ صریح کفر ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے نائب اعظم رسول معظم نبی مختشم امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بعض مواقع میں بوجہ مصلحت لاعلمی سی صورت میں لاعلمی کی تہمت لگانا گمراہی اور بے دینی ہے۔

﴿6﴾......صحیح حدیث میں ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ایک بندے سے کہے گا کہ میں نے تیرے سے کھانا مانگا تو نے نہ دیا، میں نے تیرے سے یہ مانگا وہ مانگا وغیرہ۔۔۔ بندہ عرض کرے گا یا رب تو منزہ و مقدس ذات ہے۔ تجھے ان چیزوں کی کیا ضرورت تھی۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا فلاں بندہ تیرے پاس آیا تو نے اس خالی لوٹایا وغیرہ۔۔۔

﴿فائدہ﴾......اللہ تعالیٰ کا بندے سے ایسی باتیں کرنا لاعلمی نہیں بلکہ اپنے پاس بندے کی عزت واحترام کا اظہار اور دنیا میں بندوں کو سمجھانا ہے کہ ہر ملنے والے کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے ممکن ہے وہ بندہ خدارسیدہ ہو۔۔۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بندہ خدا نہیں بن جاتا بلکہ وہ مظہر خدا ہوتا ہے۔ دیکھئے اس حدیث شریف رب نے فرمایا اپنے بندے کو کہ وہ جو تیرے پاس آیا تھا، اس کا تجھ سے کچھ

مانگنا میرا مانگنا تھا کیونکہ وہ میرا مظہر اور خاص بندہ تھا۔ یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے کہ اللہ والے خدا نہیں ہوتے تو جلوۂ حق سے جدا بھی نہیں ہوتے۔

(فافہم ولا تکن من الوھابیین)

......نبوت کے بارے میں......

اس عنوان میں چند نمونے عرض کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے امتحان کے طور سوال کرتے تو اسے لاعلمی نہیں کہا جائے گا۔ مثلاً ایک روز صحابہ کرام سے پوچھا کہ آج کون سا دن کونسا مہینہ ہے وغیرہ وغیرہ تو صحابہ کرام ایسے سوالات سے خاموش رہے اس خیال سے کہ شاید آپ انکے بارے میں کوئی نئی بات بتائیں گے لیکن پھر آپ نے وہی اسماء گنائے جو پہلے سے مروج تھے اسی قسم کی روایات ملاحظہ ہوں:۔

ٹہنی کے پتے:

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک میں ایک شاخ لی جس پر چند خشک پتے تھے۔ پھر اسے زور سے ہلایا چونکہ وہ خشک پتے تھے سب کے سب جھڑ گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرمانے والے ہیں۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:۔

"اس ٹہنی میں کوئی پتہ باقی نہیں ہے؟"

صحابہ کرام نے عرض کیا:

"نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ٹہنی تو اب پتوں سے بالکل صاف ہے۔"

یہ سُن کر ارشاد ہوا کہ

"جس طرح اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے ہیں اسی طرح حج کرنے سے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں۔"

﴿فوائد﴾......حج' اُس کی مشکلات اور اس کے اثرات و نتائج کے اظہار کا یہ کتنا پاکیزہ اور مؤثر طریقہ تھا۔ اور دِل و دماغ پر کس قدر گہرے نقوش قائم کر گیا ہوگا۔

سدا بہار درخت:

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دوستوں سے فرمایا:

'ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مومن کی مثال ہے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟'

﴿فائدہ﴾......یہ لطیف استفسار اتنا اشتیاق انگیز تھا کہ تمام لوگ سوچ میں پڑ گئے اور جنگلی درختوں میں سے ایک ایک کی طرف اُن کا خیال جانے لگا۔ لیکن وہ کسی ایسے درخت کا کھوج نہ لگا سکے جو مومن کی مثال ہو۔ بالآخر سب نے کہا:

"اللّٰہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔"

ارشاد ہوا کہ:

"وہ درخت کھجور کا درخت ہے۔"

﴿فائدہ1﴾......اس سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ حضور علیہ السلام کے علاوہ صحابہ کرام

میں سے جسے علم تھا اس نے بھی ادب سے نہ بتایا تو لاعلمی نہ ہوئی بلکہ حکمت ہوئی۔

﴿فائدہ2﴾...... ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کے باوجود لاعلمی کا مظاہرہ فرمایا۔

﴿فائدہ3﴾...... اب صحابہ کرام کی سمجھ میں آیا کہ مومن کی حقیقت کیا ہے درختوں میں کھجور ہی کا ایک درخت ایسا ہے جس کی کوئی شئے بے کار نہیں۔ انسان اس کا پھل مزے لے لے کر کھاتے ہیں۔ وہ غذا بھی ہے' دوا بھی ہے اور نہایت مقوی بھی۔ وہ ایک حلوہ بھی ہے۔ جو تازہ تازہ درخت سے اترتا ہے اور مہینوں تازہ ہی رہتا ہے۔ نہ اس کے ذائقے میں فرق واقع ہوتا ہے' نہ تاثیرات اور فائدے میں کمی آتی ہے اور اس کی گٹھلی کا آٹا عرب میں کھایا جاتا ہے اس کے پتوں سے گھروں کی بیسیوں ضرورتوں کی چیزیں تیار ہوتی ہیں۔ اس کا تنا مکانوں میں شہتیر اور ستون کے کام آتا ہے کھجور کا درخت دیکھنے میں بھی شاندار اور پُرعظمت ہوتا ہے وہ صحرا میں اکیلا بھی کھڑا ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنتری ہے جو پہرہ دے رہا ہو' بلند و بالا اور تناور۔ یہی حال مومن کا ہے مبارک شاندار اصلاح عالم کا باعث نوعِ انسانی کے لئے اس کی ہر ادا کارآمد۔ وہ تنہا بھی ہو تو نمایاں اور باوقار ہوتا ہے۔

فیضانِ نبوت:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دین ہدایت لے کر آئے تو اس کا پیغام آپ نے گھر گھر اور کونے کونے میں پہنچا دیا۔ جس طرح ایک زور کی بارش آتی ہے تو دشت و آبادی کو یکساں کر دیتی ہے۔ جل تھل ایک ہو جاتے ہیں لیکن پیغام رسانی اور ابلاغ حق کی اس یکساں نوعیت کے باوجود ہر شخص اس سے یکساں فیض یاب ہوتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تفاوت کیوں ہے۔؟ کیا ابلاغ رسالت میں امتیاز برتا گیا ہے یا پیغام ہدایت میں کوئی نقص تھا۔؟

اس اشکال کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تمثیل کے ذریعہ واضح کیا کہ اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے ایک زور کے مینہ کی ہے جو روئے زمین پر یکساں برسے۔

پھر ایک زمین وہ ہوتی ہے جو صاف اور نرم ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور خوب گھاس، سبزہ اور چارہ اُگاتی ہے اور ایک زمین سخت ہوتی ہے مگر پانی کو روک لیتی ہے پھر اللہ اس سے لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ لوگ خود بھی پیتے ہیں جانوروں کو بھی پلاتے ہیں اور زراعت کے کام میں بھی لاتے ہیں مگر ایک چٹیل میدان ہوتا ہے وہ نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ جذب کرتا ہے نہ خود سیراب ہوتا ہے اور نہ دوسروں کو نفع دیتا ہے پس پہلی اور دوسری مثال اس شخص کی ہے جو اللہ کے دین کو اچھی طرح سمجھ لے اور اس میں تفقہ پیدا کرے اور جس چیز کے ساتھ مجھے اللہ نے مبعوث فرمایا ہے اس کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے اور تیسری مثال اس کی ہے جس نے ہدایتِ الٰہی کی طرف سر اُٹھا کر نہ دیکھا اور جس چیز کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہ کیا۔

تاثیرِ صحبت :

بعض لوگ غرورِ ہدایت وتقویٰ میں اس قدر مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ کہہ دیا کرتے ہیں ہمیں ماحول متاثر نہیں کرسکتا ہم جس کسی شخص کی مجلس میں بیٹھیں ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا وہ اچھی بُری صحبت کو یکساں سمجھتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو نیک صحبت کی اہمیت اور بُری صحبت کی مضرت میں امتیاز کرتے ہیں حالانکہ صحبت نیک و بد بنیادی اہمیت رکھتی ہیں اور اسلامی معاشرے کو پاکیزہ رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ہر فرد ماحول کی تاثیرات سے آگاہ ہو کر نیکیوں کی

معیت کو پسند کرے اور بُروں کی صحبت سے بچے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تمثیل کے ذریعے اس حقیقت کو نہایت ہی مؤثر طور پر واضح فرمایا، ارشاد ہوا کہ:

"اچھے آدمی کے پاس بیٹھنے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص عطر فروش کے پاس بیٹھ جائے اگر اس سے عطر نہ لے گا تو کم از کم اس کا دماغ خوشبو سے معطر ہوگا اور بُرے آدمی کی صحبت کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھ گیا اگر اس کو زیادہ نقصان نہیں پہنچے گا تو کم از کم کپڑے تو سیاہ ہو ہی جائیں گے اور بھٹی کی چنگاریاں اُڑ کر اس کے کپڑوں میں سوراخ تو بنا دیں گی۔"

دیکھئے کتنی سہل الفہم تمثیل ہے اور زندگی کے روزمرہ کے حقائق سے کتنی وابستہ۔ تاثیراتِ صحبت کے عمیق اور دراز فلسفوں کے مقابلے میں کتنی مؤثر۔

﴿فائدہ﴾...... حدیث شریف کے ظاہر سے محسوس ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے سوال بے خبری کی وجہ سے کر رہے ہیں حالانکہ حقیقت میں یہ لاعلمی نہیں بلکہ ایک تمثیل کی وضاحت مطلوب تھی یونہی بسا اوقات آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاعلمی میں علم ہوتا ہے۔

ضروری انکشاف:......

حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں ہدایتِ خلق کے لئے تشریف لائے اسی معنی

پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلم الکتاب والحکمۃ سے نوازا۔ تو عام قاعدہ ہے کہ معلّم استاد شاگردوں سے بعض اوقات بے خبروں جیسا برتاؤ کرتا ہے تو اس سے کوئی بیوقوف ہی کہے گا کہ ماسٹر (اُستاد) صاحب جاہل ہے لاعلم ہے وغیرہ وغیرہ مثلاً ماسٹر صاحب کبھی بچوں سے پہاڑوں کا امتحان لینے کے لئے پوچھتا ہے ایک، تین یا پانچ، چار وغیرہ۔ کوئی ماسٹر صاحب کی یہ کیفیت دیکھ کر کہے کہ ماسٹر صاحب کو تو پہاڑے نہیں آتے ورنہ وہ بچوں سے ایسے سوالات نہ کرتا۔

بلا تمثیل حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عملی تعلیم دی گئی ہے اکثر امور کو خود عمل کر کے دکھایا تا کہ اُمت کو عمل کرنے میں یہ تصور ہو کہ جب ہمارے حضور علیہ السلام کو ایسے اُمور پیش آئے تو آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیا وہ کیا وغیرہ وغیرہ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا

"لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ"

اس کے متعلق فقیر کی دوضخیم تصنیفیں ملاحظہ ہوں۔ یہاں چند نمونے عرض کرتا ہوں:۔

﴿1﴾......غزوۂ احد شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہوئے اور آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے تو بظاہر کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو علم ہوتا کہ اُحد میں میرے ساتھ یہ ہوگا وہ ہوگا تو آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حفاظتی تدابیر کرتے تا کہ ایسی تکالیف نہ پہنچیں، لیکن ایسا نہیں کیا صرف اسی لئے کہ امت کو ایسے امور میں وہی کرنا چاہیے جو نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا۔

غزوۂ احد شریف میں تکالیف کے نمونے سیرت کی کتابوں میں ہے کہ:۔

"عتبہ بن ابی وقاص نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ایسا پتھر پھینکا جس سے آپ کا لب زیریں لہولہان ہو گیا اور آگے کے نچلے دندان مبارک کو شہید کر دیا۔ عبداللہ بن شہاب نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہنی مبارک کو پتھر پھینک کر زخمی کر دیا۔ حضرت ابو سعید

خُدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب روئے پُر انوار سید ابرار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خون جاری ہوا تو میرے والد مالک بن سنان اپنے منہ کو اس جگہ رکھ کر خون چکیدہ پی جاتے تھے اس پر کچھ لوگوں نے کلام کیا تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے خون میں میرا خون مل جائے اسے آتشِ دوزخ چھو نہیں سکتی۔ مروی ہے کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے مبارک سے خون صاف کرتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے سر پر پانی لاتے اور سیدہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دھوتی تھیں، ہر چند کہ زخم دھویا جاتا مگر خون نہ رُکتا۔ اس کے بعد بوریئے کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کا خاکستر زخم پر چھڑکا تب خون بند ہوا۔ اربابِ سیر کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم استخوانِ بوسیدہ سے اس زخم کا علاج فرماتے رہے یہاں تک کہ اس کا اثر تک نہ رہا۔

اسی طرح آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار بھی ہوتے اور فقر و فاقہ سے بھی گزارتے خوراک کے نہ ہونے پر شکم اطہر پر پتھر بھی باندھتے غرضیکہ تمام بشری لوازمات آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پائے جاتے تو ایسے امور سے ظاہر بین آنکھیں تو لازماً مجبورِ محض اور مطلق بے خبر دیکھیں گی لیکن حق بین نگاہ ایسے اُمور کو تعلیم اُمت اور ہزاروں حکمتوں پر محمول کرے گی۔ اسی قاعدہ وضابطہ پر ہمارے دور کے مخالفین کے فیصلے ہیں مثلاً:

﴿1﴾......آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمور کے فیصلوں پر گواہ مانگے یا پھر مدعی علیہ پر قسم "

ایسے مخالفین نے چند واقعات پیش کر کے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لاعلم ثابت کیا حالانکہ اہل فہم کو یقین ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا طریقہ لاعلمی سے اختیار نہیں فرمایا بلکہ رہتی دنیا

تک مفتیوں قاضیوں' افسروں' حاکموں کو ایک قانون عطا فرمایا کہ فیصلہ کو ایسے عمل میں لاؤ کہ

البينة على المدعي واليمين على من انكر

مدعی پر گواہ یا مضبوط دلیل لازم ہے ورنہ مدعی علیہ پر قسم ہے۔اس قاعدہ کے تحت ہی فیصلے ہو رہے ہیں اور ہونے چاہئیں یہاں تک اسمیں قاضی' مفتی حاکم کو اپنے علم کو دخل دینے کی بھی اجازت نہیں۔تفصیل دیکھئے کتب فقہ و کتب فتاویٰ۔

☆......لطیفہ﴾

یہ قاعدہ اللہ تعالیٰ کو بھی ایسا پسند آیا کہ قیامت میں بھی اللہ تعالیٰ اسی کو عمل میں لائے گا اگر چہ وہ احکم الحاکمین اور عالم الغیب والشہادۃ ہے چنانچہ بخاری شریف و دیگر اکثر کتب احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے نوح علیہ السلام کو گواہوں کا حکم فرمائے گا کہ اپنے دعویٰ میں گواہ لاؤ۔طویل مضمون ہے جسے مخالفین خوب جانتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے اس عمل سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ علم نہیں تبھی گواہ مانگ رہا ہے۔۔۔!

مخالفین کی بُری عادت:

یہ بُری عادت مخالفین میں لاعلاج بیماری کی طرح ہے یعنی بات ہو نہ ہو اپنی بدگمانی پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کی نفی کرتے ہیں یہی حال انکا آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کی نفی کا ہے۔تجربہ کرلیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس کمال بالخصوص علم شریف کی نفی کریں گے تو محض بدگمانی سے ان کی اس دلیل میں صراحت نہیں ہوگی محض گمان ہی گمان ہوگا فقیر یہاں دو(۲) صحیح حدیثیں نقل کرتا ہے جنہیں وہ حضور علیہ السلام کی لاعلمی پر دلیل

لاتے ہیں:

﴿۱﴾......حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ اقدس پر حاضر ہو کر عرض کی حضور باہر تشریف لائیے آپ نے فرمایا کہ تم کون ہو عرض کی اَنَا میں ہوں' اسی طرح تین بار وہ آپ کے پوچھنے پر کہتے اَنَا' آپ نے فرمایا کہ اَنَا اَنَا میں بھی تو میں ہوں تم بتاؤ۔ انہوں نے نام بتایا تو آپ باہر تشریف لائے۔

تقریر مخالفین:

ایسی احادیث سے مخالفین استدلال کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔

(براهين قاطعه)

اسی پر مناظرے بھی کرتے پھرتے ہیں حضرت سید علامہ ابوالبرکات صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مولوی خیر محمد جالندھری کا مناظرہ ہوا تو اُس نے بھی اسی حدیث سے استدلال کیا اور کہا کہ ہم اب بھی کہتے ہیں کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کا علم ہوتا تو آپ بار بار کیوں پوچھتے کہ تُو کون ہے؟

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ:

اسلامی اُصول ہے کہ دعویٰ کا استدلال صریح نصوص ہوں محض گمان' اٹکل پچو نہ ہو ان کے اس استدلال پر غور فرمائیے کہ حضور علیہ السلام کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھنا لاعلمی سے نہ تھا بلکہ مبنی برحکمت اور تعلیم اُمت کے لئے تھا وہ حکمت یہ تھی کہ کسی کو اگر کوئی گھر سے

باہر بلائے تو جب تک تحقیق نہ ہو جائے کہ بلانے والا کون ہے بلا تحقیق چلے جانے سے جان کا خطرہ ہے کیونکہ کبھی دشمن بھی دوست کی آواز بنا کر بلاتے ہیں پھر جان سے مار دیتے ہیں اس کا مشاہدہ آج کے دور میں بھی ہو رہا ہے اخبارات میں اعلانات ہوتے ہیں کہ فلاں کے ساتھ ایسے ہوا ہے آواز سے آواز کا ملان شرعی قاعدہ ہے کہ

"النعمة تشبيه النعمة"

﴿ترجمہ﴾.....ایک آواز دوسری آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔

اسی حکمت پر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو تعلیم دی کہ بلا تحقیق کسی کے بلاوے پر باہر نہ جاؤ۔

تعجب بالائے تعجب:

مخالفین نامعلوم کس تصور سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے اُمور میں لاعلم ثابت کرتے ہیں جب کہ سب جانتے ہیں کہ حضرت جابر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضوری خادم تھے کیا اس کی آواز آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا غیر مانوس تھی کہ بار بار سننے کے باوجود بھی نہ پہچان سکے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جبکہ ہمارا کوئی عزیز دوست کبھی کبھی ملاقات کرتا ہے لیکن جب وہ کبھی باہر سے بولتا یا بُلاتا ہے تو ہم یقین کر لیتے ہیں کہ فلاں صاحب ہیں۔ لیکن افسوس ہے اس پارٹی پر کہ واقعہ کو کسی بہتر مقصد پر محمول کرنے کی بجائے حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاعلمی ثابت کر ڈالی۔ (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حال:

شب معراج حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت میں جوتے سمیت ٹہلتے دیکھ کر حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کون ہے جو جوتے سمیت بہشت میں ٹہل رہا ہے؟ اس سے مخالفین نے کہا کہ حضور علیہ السلام کو علم ہوتا کہ یہ بلال رضی اللہ عنہ ہیں تو پھر جبریل علیہ السلام سے کیوں پوچھتے۔۔؟

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ:

صاحب دل کو یقین ہونا چاہیے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبریل علیہ السلام سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق لاعلمی سے (کیونکہ ملائکہ کرام نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ انہیں پیدا نہ کیا جائے کہ یہ ایسے ہوں گے ویسے ہوں گے) لیکن اب دیکھو کہ جہاں تم اپنی پرواز میں تھک گئے ہو۔

(مواهب لدنيه)

باوجودیکہ جبریل علیہ السلام کے چھ سو نوری پر ہیں۔

(بخاری شریف)

لیکن میرے بلال مؤذن کی پرواز پر غور کرو کہ اس کے پر بھی نہیں لیکن وہ تمہارے سے پہلے جنت میں پہنچ کر ٹہل رہے ہیں۔

افسوس دَر اَفسوس:

مخالفین کی بدفہمی پر جتنا ہی افسوس کیا جائے کم ہے۔ اس لئے کہ وہ بلال رضی اللہ عنہ جو شب وروز علاوہ دیگر اوقات کے پانچ نماز میں تین بار لازماً زیارت حبیب خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے مشرف ہوتے ہیں بعدازاں حجرۂ اقدس پر حاضر ہو کر عرض کرتا

’السلام علیک یا رسول اللہ یا الصلوٰۃ یا رسول اللہ

(حلیتہ الاولیاء لابی نعیم)

اور اقامت کے وقت اور دعاء کے بعد فراغت از جماعت ایسے حضوری غلام کو جنت میں نہ پہنچانا تعجب ہے حالانکہ ہمارے جیسے کسی کو ایک دو بار کوئی دیکھ لے پھر جب ملاقات ہوتی ہے تو اپنی پہچان کی داد لیتے ہوئے اُسے کہتے ہیں جناب ہم نے آپ کو پہچان لیا۔

واقعات شب معراج:

یہی حال شب معراج کے اکثر واقعات اور مقامات کے بارے میں ہے ۔رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت سے واقعات و مقامات کے متعلق جبریل علیہ السلام سے پوچھتے۔ جبریل علیہ السلام اُن کی تفصیل عرض کرتے اس پر بھی مخالفین نے لب کشائی کرکے اپنی عاقبت خراب کی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان واقعات اور مقامات کا علم نہ تھا ورنہ ان کے متعلق جبریل علیہ السلام سے کیوں پوچھا؟ اور ان کے متعلق جبریل علیہ السلام بھی تفصیل عرض کرتے شروع ہو جاتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان واقعات و مقامات سے بے خبر ہیں۔ (معاذ اللہ) ان سب کا خلاصہ جوابات یہی ہیں کہ ان واقعات و مقامات کے متعلق پوچھنے کی ہزاروں حکمتیں تھیں اگر فقیر ان کی تفصیل و تشریح کرے تو ہزاروں صفحات کی ضخیم کتابیں تصنیف ہوں۔

جبکہ جبرئیل علیہ السلام کا تفصیل عرض کرنا بھی اُنہی حکمتوں میں سے تھا یہ بھی لاعلمی کی دلیل نہیں بن سکتی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا

وما تلک بیمینک یموسیٰ

تو موسیٰ علیہ السلام اس کی تفصیل عرض کرنے شروع ہو گئے' کیا (معاذ اللہ) موسیٰ علیہ السلام کا یہی عقیدہ تھا کہ اس کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں تو جیسے یہاں سوال اور جواب کی تفصیل میں حکمت ہے تو واقعات و مقاماتِ معراج میں بھی یونہی سمجھ لیجئے۔

یہ بحث طویل ہے اختصار کے پیشِ نظر چند امور عرض کر دیے ہیں صاحب نظر کو کافی ہیں اور بدنظر اور بدعقیدہ کو بڑے دفاتر بھی ناکافی۔۔۔

وسعت علم رسول ﷺ کے نمونے

اس موضوع پر فقیر کی تصنیف **غایۃ المعمول فی علم الرسول**" کا مطالعہ کیجئے۔

یاد رہے کہ جو دلائل مخالفین یعنی کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکرین پیش کرتے ہیں وہ سب اُن کے اوہام باطلہ و خیالات فاسدہ ہیں اس لیے قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کے بالمقابل ان کی حیثیت ہی کیا ہے۔۔۔؟

علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اس موضوع پر اہلسنت کی سینکڑوں تصانیف موجود ہیں فقیر ناظرین کے لئے چند وہ حوالے عرض کرتا ہے جو مخالفین کو بھی مسلم ہیں لیکن نہ ماننا اُن کی قسمت۔۔۔؟ اس کا علاج ہمارے بس سے باہر ہے۔۔۔!

اسلام کا انجام :

حضور اکرم شفیع المذنبین رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ:۔

" بدا الاسلام غریبا وسیعود کما بدأ فطوبی للغرباء ."

(مسلم)

تشریح وترجمہ......''اسلام کی ابتداء بے بسی اور پردیسی کی مصیبتوں میں ہوئی اور قریب ہے کہ پھر ویسی ہی حالت اس پر طاری ہو جائے گی سو کیا ہی خوشی اور مبارکی ہے پردیسیوں کے لئے۔''

تصدیق......اس حدیث میں غریب کا لفظ آیا ہے جس کے معنی پردیسی اور بے وطن کے ہیں مقصد یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء ہجرت کی مصیبتوں اور مظلوموں سے ہوئی تھی۔عروج و اقبال کے بعد پھر ویسا ہی زمانہ آنے والا ہے کہ اس وقت حق مغلوب ہو جائے گا لوگ قرآن وسنت کو چھوڑ دیں گے۔ظلم وفساد اور بدعات و منکرات کا ہر طرف دور دورہ ہوگا۔حق پر چلنے والے اور قرآن وسنت کی سچی اور خالص پیروی کرنے والے تعداد کی کمی اور بیچارگی کی وجہ سے ایسے ہو جائیں گے جیسے پردیسی بے یار و مددگار مسافر۔ہر لحاظ سے غربت و بے کسی ہوگی۔ایک طرف تو یہ ہوگا کہ کفار کی بھیڑ ساری دُنیا پر چھا جائے گی۔ان کے مقابلہ میں مسلمان پردیسیوں کی طرح اِکے دُکے نظر آئیں گے دوسری طرف خود مسلمانوں کے اندر سچے حق پرستوں کی تعداد بہت تھوڑی رہ جائے گی۔غربت اولیٰ میں یہی حال غرباءِ اسلام کا تھا' پہلے حبش اور پھر مدینہ میں عالم بیچارگی میں بیقراری سے کروٹیں بدلتے تھے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بخار کی حالت میں فرماتے تو یوں فرماتے:

"کل امرأ مصبح فی اهله : وَالموت ادنی من شراک نعله.

یعنی ہر شخص کی صبح اس کے گھر ہوتی ہے اور موت تو اس کے جوتوں کے تسمہ سے بھی قریب ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ حالت دیکھتے اور دُعا فرماتے:۔

" اللهم جب الینا المدینة کحبنا مکه "

﴿ترجمہ﴾......خدایا پردیس میں ایسا ہی دِل لگا دے کہ وطن بھول جائیں۔

خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حالت یہ تھی کہ طائف سے جب آپ اس حالت میں لوٹے کہ قبیلہ بنی ثقیف کی سنگ باری سے **پیشانیِ اقدس** کا خون پائے مبارک کو رنگین کر رہا تھا تو بے اختیار یہ جملے زبان پر طاری ہو گئے:۔

اللّٰهم اشکو ضعف قوتی وقلت حیلتی

﴿ترجمہ﴾......خدایا اور کس کے سامنے کہوں تیرے ہی آگے بیچارگی کی فریاد ہے اور بے سروسامانی کا شکوہ۔

تو معلوم ہوا کہ ایسا ہی حال دوسری غربت میں بھی ہونے والا ہے جس کی اس حدیث میں خبر دی گئی ہے۔یہ حدیث درحقیقت منجلہ جوامع الکلم نبویہ ہے جس طرح اس میں اوائل کا سارا حال فرما دیا اسی طرح اواخر کی بھی کوئی بات نہ چھوڑی۔صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسلام کی پہلی غربت میں آنے والے اقبال و عروج کی خبریں دی تھیں تو زبانِ حق نے غلبہ وظہور کے وقت میں پہلی حالت غربت کی طرف دوبارہ لوٹ آنے کی خبر بھی دی اور عین بہار میں خزاں کی بات بتائی۔

رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کے بموجب مسلمانوں کا دورِ غربت کب سے شروع ہو چکا اور وہ سب کچھ ہو چکا اور ہو رہا ہے جس کا حال اس حدیث کی تشریح میں آپ پڑھ

چکے ہیں۔مزید کیا عرض کروں کون نہیں جانتا کہ دین کے خدام اور علم اسلامی کے طالب غرباء اور اُن کی اولاد ہے۔امراء خود اور اُن کی اولاد یہاں تک کہ اُن کی لڑکیاں کالجوں اور سکولوں کی زینت ہیں۔

مسلمانوں کی بقاء :

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی اُمت کے لئے دعا کی تھی کہ خود اُن کے سوا اُن پر کوئی اور دشمن مسلط نہ ہو اور کوئی ایسی ہلاکت نہ چھائے کہ قوم کی قوم ہلاک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا تیری اُمت پر کبھی ایسی عام وہمہ گیر ہلاکت نہ آئے گی اور نہ کبھی اُن پر کوئی دشمن اس طرح مسلط ہوگا کہ اُن کی بیخ وبُنیاد اکھاڑ پھینکے۔الا یہ کہ وہ خود ہی اپنے دشمن ہونگے اور خود ہی اپنے آپ کو دشمن کی طرح تباہ کریں گے یعنی ایک گروہ ان میں سے دوسرے گروہ کو قتل کرے گا۔

وذالک لکثرۃ اختلافھم۔

(مسلم وابوداؤد)

تصدیق: آج عالم اسلام میں بے اعتمادی علاقائی وفاداریوں میں تقسیم اور وحدت اسلامی سے بے اعتنائی بھی ایک طرح اسی حدیث کی تشریح ہے۔اس حدیث میں اور بعض دوسری احادیث میں بھی "یَسْتَبِیْحُ بَیْضَتَھُم" کا لفظ آیا ہے یعنی مسلمانوں پر ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے دشمنوں کا تسلط اور غلبہ تو ہو جائے گا مگر ایسی حالت کبھی نہ ہوگی جس پر "یَسْتَبِیْحُ بَیْضَتَھُم" کا اطلاق ہو سکے۔مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ اس اُمت پر دشمنوں کا غلبہ اور تسلط ہو جائے گا مگر ایسا تسلط کبھی نہ ہوگا کہ مسلمانوں کی قومی ہستی بالکل فنا ہو جائے اور

دُنیا میں ان کی قومیت کے نشو ونما کے لئے کوئی بنیاد یا تخم تک باقی نہ رہے۔چنانچہ اب تک جو کچھ ہو چکا ہے وہ اس وعدۂ الٰہی کی تصدیق کے لئے کافی اور بس ہے تاتاریوں کا حملہ وغیرہ جو کچھ اس وقت عالم اسلامی پر گزرا وہ سب کو معلوم ہے۔اٹھارہویں صدی عیسوی سے یورپ کے استیلاء وتسلط کا فتنہ شروع ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے ہم دیکھ رہے ہیں تاہم اب تک "یَسْتَبِیْحُ بَیْضَتَھُم" کی قدرت دشمنانِ اسلام کو نہیں ملی ہے اور اگر اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یقیناً سچا ہے تو کبھی نہیں ملے گا تاآنکہ غربتِ ثانیہ کے بعد نشاط ثانیہ کا وقت موعود آ جائے اور وعدۂ الٰہی پورا ہو کر رہے۔اس کے علاوہ مذہبی فتنے اور شرارتیں عروج پر ہیں۔مختلف اسماء سے مذہبی فرقوں کے لوگ کس طرح ایک دوسرے کو گاجر مولی کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں یہاں تک کہ مخالفین اسلام 'اسلام' کو بدنام کرتے ہوئے ان لوگوں کو مثالیں دے کر عوام کو اسلام سے نفرت ڈال رہے ہیں۔اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہر عام وخاص آدمی خوب سے خوب تر جانتا ہے۔

اہل اسلام کا اُٹھ جانا:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جس میں کفار ممالکِ اسلامیہ پر قابض ہونے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گے جس طرح دسترخوان پر کھانے کے لئے بلاتے ہیں۔کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ فرمایا نہیں بلکہ تم اس وقت کثرت سے ہوں گے لیکن بالکل اس طرح جس طرح پانی کے بہاؤ کے سامنے خس وخاشاک' تمہارا رعب دشمنوں کے دل سے اُٹھ جائے گا اور تمہارے دِل نہایت سست ہو جائیں گے ایک صحابی

نے عرض کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سستی کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ تم دنیا کو دوست رکھو گے اور ہر ایک سے ڈرو گے۔

(مشکوٰۃ شریف بحوالہ ابو داؤد)

تصدیق:...... صادق مصدوق حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشن گوئی کے مطابق آج یہ سب کچھ ہو رہا ہے جس کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

یہ چند پیشن گوئیاں بطور نمونہ مشتے از خروارے ذکر کی گئیں جو اپنے اپنے وقت میں ہو بہو اور حرف بحرف پوری ہوتی رہیں اور دُنیا اپنی آنکھوں سے ان کی صداقت اور سچائی کو دیکھ چکی ہے اَب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی ان خبروں کو ذکر کرتے ہیں جو آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کے متعلق اور عالمِ آخرت کے سلسلہ میں بیان فرمائی ہیں وہ سب صحیح خبریں ہیں اور آئندہ آنے والے واقعات کی غیبی اطلاعات ہیں جن میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

﴿نوٹ﴾...... تفصیل مع تصدیق فقیر کی کتاب **"قیامت کی نشانیاں"** میں پڑھیے۔

عیسائیت کا غلبہ:

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قربِ قیامت میں ایک ایسا وقت آئے گا جبکہ عیسائیت بہت سے ملکوں پر قابض ہو جائیں گے۔

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ:...... یہ غیبی خبر اَب مشاہدہ بن گئی ہے کیونکہ سب کو معلوم ہے آج کے دور میں عیسائیوں کا ممالک پر کتنا غلبہ ہے۔

ظہور امام مہدی رضی اللہ عنہ:

قربِ قیامت میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کا مکہ شریف میں ظہور ہوگا۔ ایک عرصہ کے بعد امام مہدی مکہ سے کوچ فرما کر مدینہ منورہ پہنچیں گے اور زیارت روضہ نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فارغ ہو کر شام کی طرف روانہ ہوں گے اور دمشق کے اِردگرد عیسائیوں کی افواج سے زبردست جنگ ہوگی۔ اس وقت حضرت امام مہدی کی فوج میں تین گروہ ہو جائیں گے ایک گروہ نصارٰی سے خوفزدہ ہو کر راہِ فرار اختیار کرے گا۔

(مسلم شریف)

حق تعالٰی ان کی توبہ کبھی قبول نہ فرمائے گا۔ باقی ماندہ فوج میں سے کچھ تو جامِ شہادت نوش فرما کر شہداء بدر و اُحد کے مراتب حاصل کریں گے اور کچھ لوگ بتوفیق ایزدی فتح یاب ہوں گے۔ حضرت امام مہدی پھر دوسرے روز نصارٰی کے لئے خروج فرمائیں گے اس وقت مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت عہد کرے گی کہ بغیر فتح یا موت کے میدانِ جنگ سے واپس نہ ہوں گے مشیت ایزدی کہ یہ سب کے سب شہید ہو جائیں گے۔ حضرت امام مہدی ایک قلیل فوج کے ساتھ میدان سے واپس ہوں گے تیسرے روز بھی ایسا ہی ہوگا پھر چوتھے روز حضرت امام مہدی رسدگاہ کی محافظ جماعت کو لے کر دشمن سے نبرد آزما ہوں گے۔ یہ جماعت تعداد میں بہت کم ہوگی مگر اس روز خداوندِ کریم ان کو فتح مبین عطا فرمائے گا۔

﴿فائدہ﴾......اس لڑائی میں عیسائی لوگ اس قدر قتل وغارت ہوجائیں گے کہ ان کے دِماغ سے حکومت کی بُو جاتی رہے گی اور بے سروسامان ہوکر اور نہایت ذلیل وخوار ہوکر یہ بُری طرح بھاگ جائیں گے پھر بھی مسلمان ان کا تعاقب کرکے بہت سوں کو قتل کردیں گے۔

فتح امام مہدی رضی اللہ عنہ:

اب حضرت امام مہدی اس میدان کے جاں بازوں کو بے انتہا انعام واکرام سے نوازیں گے مگر اس مال سے کسی کو خوشی نہ ہوگی کیونکہ اس جنگ کی بدولت بہت سے خاندان اور قبیلے ایسے ہوں گے جن میں فیصدی ایک آدمی بچا ہوگا اس کے بعد امام مہدی بلادِ اسلام کے نظم و نسق اور فرائض وحقوق العباد کی انجام دہی میں مصروف ہوجائیں گے چاروں طرف اپنی فوج پھیلادیں گے اور ان مہمات سے فارغ ہوکر قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لئے کوچ فرمائیں گے بحرۂ رُوم کے کنارہ پر پہنچ کر قبیلہ بنی اسحاق کے ستر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کرکے اس شہر کی خلاصی کے لئے جس کو استنبول کہتے ہیں مقرر فرمائیں گے' جب یہ شہر کی فصیل کے قریب پہنچ کر نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کریں گے تو وہ فصیل اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے یکا یک گر جائے گی اور مسلمان شہر کے اندر داخل ہوجائیں گے۔ تمام شر پسندوں اور مفسدوں کا خاتمہ کرکے ملک اور حکومت کا انتظام نہایت عدل وانصاف کے ساتھ کریں گے۔ حضرت امام مہدی کی ابتدائی بیعت کے وقت سے اب تک سات سال کا زمانہ گزرے گا۔

(مسلم شریف)

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ملک اور حکومت کے انتظام میں مشغول ومصروف ہوں گے۔ افواہ اُڑے گی کہ دجّال نکل آیا اور مسلمانوں کو تباہ وبرباد کررہا ہے۔

کیا علم غیب سُبْحَانَ اللّٰہ:

اس خبر کو سنتے ہی حضرت امام مہدی ملک شام کی طرف مراجعت فرمائیں گے اور اس خبر کی تحقیق کے لئے پانچ پاؤں سوار جن کے بارے میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ان کے نام' ان کے ماں باپ اور قبائل کے نام حتیٰ کہ ان کے گھوڑوں کے رنگوں کو جانتا ہوں وہ اس زمانہ کے تمام روئے زمین کے آدمیوں سے بہتر اور افضل ہوں گے لشکر کے آگے پیچھے بطور طلیعہ روانہ ہوکر دجاّل کے خروج کی تحقیق فرمائیں گے۔ معلوم ہوگا کہ یہ افواہ غلط ہے۔ اس کے بعد امام مہدی عجلت کو چھوڑ کر خبر گیری کی غرض سے آہستگی اختیار فرمائیں گے۔ تھوڑا عرصہ بھی نہ گزرے گا کہ دجال ظاہر ہوجائے گا۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب ''قیامت کی نشانیاں''۔

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ:

یہ حالات پڑھ کر کوئی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرتا ہے تو وہ یا تو پرلے درجہ کا غبی ہے یا اس کا دِل بغضِ رسول کے مرض میں مبتلا ہے۔

خروج دجال:

دجال قوم یہود سے ہوگا عوام میں اس کا لقب مسیح ہوگا اس کی دائیں آنکھ میں پھولا ہوگا' گھنگریالے حبشیوں کی طرح بال ہوں گے۔ سواری میں ایک بہت بڑا گدھا ہوگا اور اس کا ظہور عراق وشام کے درمیان ہوگا جہاں وہ نبوت ورسالت کا دعویٰ کرے گا وہاں سے اصفہان جائے گا اور یہاں اس کے ہمراہ ستر ہزار 70,000 یہودی ہوں گے اور یہیں سے وہ خدائی کا

دعویٰ کر کے چاروں طرف فتنہ وفساد برپا کرے گا اور روئے زمین کے اکثر و بیشتر مقامات پر گشت کر کے لوگوں سے خود کو خدا کہلوائے گا۔

دجال کی نشانی:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کے لئے اس سے بڑے بڑے خرق عادات ظاہر فرمائے گا۔

(صحیح مسلم)

اس کی پیشانی پر (ک ف ر) لکھا ہوگا۔

(صحیح بخاری)

جس کی شناخت صرف اہل اسلام کر سکیں گے اس کے ساتھ ایک آگ ہوگی جس کو وہ دوزخ سے تعبیر کرے گا اور ایک باغ ہوگا جس کو جنت سے موسوم کرے گا۔

دجال کا ظلم:

اپنے مخالفوں کو آگ میں ڈالے گا اور موافقین کو جنت میں ڈالے گا مگر وہ آگ در حقیقت باغ کے مثل ہوگی اور باغ آگ کی خاصیت رکھتا ہوگا۔ اس کے پاس کھانے پینے کی چیزوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہوگا جس کو وہ چاہے گا دے گا۔

(صحیح بخاری)

کوئی فرقہ اس کی خدائی کو تسلیم کرے گا تو اس کے لئے اس کے حکم سے بارش ہوگی: اناج بکثرت پیدا ہوگا' درخت پھلدار مویشی موٹے تازے اور دودھ والے ہو جائیں گے اور

جو فرقہ اس کی مخالفت کرے گا اس سے وہ اشیاء مذکورہ بند کر دے گا اور اس قسم کی بہت سی ایذائیں مسلمانوں کو پہنچائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کی تسبیح و تہلیل کھانے پینے کا کام دے گی۔

(بخاری و مسلم و ابوداؤد)

مُردے زندہ کرنا:

اس کے خروج سے پیشتر دو سال تک قحط رہ چکا ہوگا۔ تیسرے سال دوران قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا۔ زمین کے مدفون خزانے اس کے حکم سے اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔

(مسند احمد و ابوداؤد)

بعض آدمیوں سے کہے گا کہ میں تمہارے مُردہ ماں باپوں کو زندہ کرتا ہوں تاکہ تم میری اس قدرت وطاقت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کر لو۔ اس کے بعد وہ شیاطین کو حکم دے گا کہ زمین میں سے ان کے ماں باپوں کی ہم شکل ہو کر نکلو وہ ایسا ہی کریں گے۔ اس کیفیت سے بہت سے ملکوں پر اس کا گذر ہوگا حتیٰ کہ جب وہ سرحد یمن میں پہنچے گا اور بد دین لوگ بکثرت اس کے ساتھ ہو جائیں گے تب وہ وہاں سے لوٹ کر مکہ معظمہ کے قریب مقیم ہو جائے گا اور وہاں پر فرشتوں کی حفاظت ہوگی اس لئے وہ مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔

(مسلم بخاری)

وہاں سے وہ مدینہ منورہ کا قصد کرے گا اس وقت مدینہ طیبہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ کی حفاظت کے لئے فرشتے مقرر ہوں گے لہٰذا مدینہ میں دجال اور اس کی فوج داخل نہ ہو سکے گی۔

(صحیح بخاری و مسلم)

اس زمانہ میں مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ بھی آئے گا جس سے خوف زدہ ہو کر بد عقیدہ اور منافق شہر مدینہ سے نکل بھاگیں گے اور دجال کے جال میں پھنس جائیں گے اور اس وقت مدینہ منورہ میں ایک بزرگ ہوں گے جو دجال سے مناظرہ کرنے نکلیں گے۔ دجال کی فوج کے پاس پہنچ کر دریافت کریں گے کہ دجال کہاں ہے؟ وہ لوگ ان کی گفتگو کو خلافِ ادب سمجھ کر ان کو قتل کرنے کا قصد کریں گے مگر بعض ان کو اس اقدام سے روکیں گے اور کہیں گے کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہمارے اور تمہارے خدا دجال نے کسی کو بغیر اجازت کے قتل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ وہ لوگ دجال کے سامنے جا کر بیان کریں گے کہ ایک گستاخ شخص آیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ دجال اس بزرگ کو اپنے پاس بلائے گا وہ بزرگ دجال کے چہرہ کو دیکھتے ہی فرمائیں گے میں نے پہچان لیا تو وہی دجال ملعون ہے جس کی پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے اور تیری گمراہی کی حقیقت بیان کی ہے دجال غصہ میں آ کر کہے گا کہ اس شخص کو آرے سے چیر دو وہ لوگ اس حکم کو سنتے ہی ان کے دو ٹکڑے کر کے دائیں بائیں ڈال دیں گے اس کے بعد دجال خود ان دونوں کے درمیان سے نکل کر کہے گا کہ اگر اب میں اس مردہ کو زندہ کر دوں تو تم لوگ میری خدائی کا پورا یقین کر لو گے تب وہ لوگ کہیں گے ہم تو پہلے ہی آپ کی خدائی کا یقین کر چکے ہیں اور کوئی شک وشبہ نہیں رکھتے۔ ہاں اگر ایسا ہو جائے تو ہم کو مزید اطمینان ہو گا۔ دجال ان دونوں ٹکڑوں کو جمع کر کے زندہ ہونے کا حکم دیگا۔ چنانچہ وہ بزرگ خدائے قدوس کی حکمت اور ارادہ سے زندہ ہو کر کہیں گے کہ اب تو مجھ کو پورا یقین ہو گیا کہ تو وہی مردود دجال ہے جس کی ملعونیت کی خبر حضور علیہ السلام نے دی تھی۔ مزید تفصیل فقیر کے رسالہ **"دجال کا بُرا حال"** میں لکھا ہے۔ اگر چہ منکرین کے اعتراضات کی

فہرست طویل ہے لیکن صرف نمونہ کے طور پر ان کے مشہور سوالات کے جوابات حاضر ہیں:۔

......﴿سوال﴾......

واقعہ اُفک:

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقین نے تہمت باندھی تھی ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدہ طاہرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا اسی لئے تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا:

"واللّٰہ ما علمت علی اھلی الاخیراً"

(بخاری شریف)

یونہی آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین کے اقوال کے فساد کو جانتے بھی تھے اسی طرح اس موقع پر بھی کفار کی جھوٹی تہمت سے مغموم تھے اور یہ جانتے تھے کہ کافر جھوٹے ہیں اور مغموم ہونا لاعلمی کی دلیل نہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کو لوگ زنا وغیرہ کی تہمت سے متہم کریں اور ہر جگہ اسی کا چرچا اسی کا ذکر ہو تو وہ شخص اور نیز اس کے اقارب باوجود اس کی پاکی کے اعتقاد کے بھی سخت مغموم اور پریشان ہونگے' یہی وجہ ہے تھی کہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غم ہوا۔ مگر مخالف عنید یا بد بخت پلید نہیں مانے گا جب تک الزام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی نہ لگائے ایک عدم علم کا اور ایک یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بدگمانی کی جو شرعاً ناجائز ہے اور حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تقویٰ اور متہمین کے منافق ہونے کی طرف کچھ توجہ فرمائی چاہیے تو تھا گمانِ نیک' لیکن کی بدگمانی۔!

(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

......﴿جواب﴾......

تفسیر کبری جلد۶ میں ہے:۔

" وَثَانِیُهَا اَنَّ الْمعْرُوْف مِنْ حَالِ عَائِشَةَ قَبْلَ تِلْکَ الْوَاقِعَةِ اِنَّمَا هُوَ الصَّوْنُ وَالْبُعْدُ عَنْ مُقَدَّمَاتِ الْفُجُوْرِ وَمَنْ کَانَ کَذٰلِکَ کَانَ اللَّائِقُ اِحْسَانَ الظَّنِّ بِهٖ وَثَالِثُهَا اَنَّ الْقَاذِفِیْنَ کَانُوْا مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ وَاَتْبَاعِهِمْ وَقَدْ عُرِفَ اَنَّ کَلَامَ الْعَدُوِّ الْمُفْتَرِیْ ضَرْبٌ" مِنَ الْهذْیَانِ فَلَمَجْمُوْعُ هٰذِهِ الْقَرائِنِ کَانَ ذٰلِکَ الْقَوْلُ مَعْلُوْمَ الْفَسَادِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْوَحِیْ."

﴿ترجمہ﴾......"یعنی دوم یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے پیشتر کے حالات سے ظاہر تھا کہ عائشہ مقدمات فجور سے بہت دُور اور پاک ہیں اور جو ایسا ہو اُسکے ساتھ نیک گمان کرنا چاہیے سو یہ کہ تہمت لگانے والے منافق اور ان کے اتباع تھے اور یہ ظاہر ہے کہ مفتری دشمن کی بات ایک بہتان ہے۔ پس بنا بران جمیع قرائن کے یہ قول بدتر از بول جس سے مخالفوں نے مدد چاہی ہے نزول وحی سے قبل معلوم الفساد تھا۔"

اگرچہ تفسیر کبیر کی عبارتوں سے یہ بات یقینی ہو چکا ہے کہ اس قصۂ افک سے عدم علم نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر استدلال بے وقوفی ہے۔ نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبل از نزول وحی علم تھا کہ صدیقہ پاک ہیں۔

(تحقیق وتفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "شرح حدیث اُفک")

بیت المقدس کا حال:

نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شب معراج کی واپسی پر کفار نے بیت المقدس کا حال دریافت کیا تو آپ متردّد ہوئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے بیت المقدس کیا۔ تب آپ نے کافروں کو اس کا حال بتایا۔ مخالفین نے آپ کے تردّد سے لاعلمی ثابت کی' حالانکہ تردّد لاعلمی سے نہ تھا کیونکہ شب معراج تو آپ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام براق لائے۔

"فرکبته حتی اتیت بَیْتَ الْمقدسِ فَرَبَطْتُه بِالْحَلْقَةِ الَّتِیْ تَرْبَطُ بِهَا الْاَنْبِیَاءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّیْتُ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَآءَنِیْ جِبْرائیْلُ بِاِنَاءٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرَائِیْلُ اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ."

﴿ترجمہ﴾......میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس میں آیا' اور میں نے براق کو اس حلقہ میں باندھ دیا جس سے انبیاء کرام علیہم السلام براقوں کو باندھتے تھے پھر میں مسجد میں داخل ہوا پھر میں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر میں مسجد سے باہر آیا اور جبرائیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن شراب اور دودھ کا لائے تو میں نے دودھ کو پسند کیا جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار فرمایا۔"

(مشکوٰۃ شریف: صفحہ۲۲۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت کی سیر اور بیت المقدس کا دیکھنا' وہاں ٹھہرنا' سواری سے اُترنا' سواری یعنی بُراق کو باندھ دینا' بیت المقدس میں داخل ہو کر دو رکعتیں ادا فرمانا

پھر شراب چھوڑنا اور دُودھ اختیار کرنا صاف بتا رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہاں کے حالات پر آگاہی تھی۔ پھر اگر بقول مخالفین آپ متردد ہوں تو اس کی وجہ لاعلمی نہیں بلکہ وجہ یہ تھی کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اتنا عظیم الشان مناظر دیکھ کر آئے کہ نہ کسی کو نصیب ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں آپ سے جب مسجد کے حال کا سوال ہوا تو آپ مغموم ہوئے کہ جاہلوں کا سامنا ہوا ہے۔ کاش اس وقت تو مجھ سے سوال ہوتا کہ عرش کے کنگرے کتنا اور کیسے ہیں۔ اعلیٰ شان والے کو ادنیٰ سوال یونہی پریشان کرتے ہیں حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بلا حجاب زیارت کرائی کہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ لیکن یہ جاہل بیوقوف مجھ سے مسجد کا حال پوچھ رہے ہیں۔ اس وقت سائل ابوجہل نہ ہوتا سائل موسیٰ علیہ السلام ہوتے اور پوچھتے کس طرح بے پردہ زیارت ہوئی یا سائل جبریل علیہ السلام ہوتے اور عرض کرتے کہ لامکان کی سیر وسیاحت کیسی تھی۔۔۔!

سوال

آثارِ وضو:

حدیث شریف میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور قیامت میں اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے۔ فرمایا آثارِ وضو سے اُن کے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکتے ہوں گے۔

مخالفین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو امت کی پہچان نہ ہوگی ہاں نشانی سے پتہ چلے گا۔

جواب

علمِ امت:

کوئی بیوقوف ہی اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاعلمی بات کرے گا ورنہ ظاہر ہے

کہ اس سے تو آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم واضح ہے کہ آپ آج وہ حال بتا رہے ہیں جو صدیوں بعد کو ہوگا۔ چونکہ اس موقع پر حضور کو بیانِ فضیلتِ وضو منظور تھی۔ اس واسطے یہ فرمایا کہ ہماری امت کے اوپر خاص کرمِ الٰہی ہے کہ اُس روز وہ سب ممتاز ہوگی۔ لیکن افسوس کہ مخالفین الٹا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لاعلمی کی تہمت لگا دی۔

علمی وسعت:

آج ہی حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی امت کی شان کا یوں اظہار فرمایا کہ:۔

بخاری ومسلم کی حدیث شریف میں ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَہٗ فَلْیَفْعَلْ

"یعنی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری اُمت روز قیامت ____ یعنی اس شان سے بلائی جائے گی کہ اُن کا سر اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہوں گے پس تم میں سے جس سے ہو سکے اپنی چمک زیادہ کرے۔"

مسلم شریف کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور کے جو اُمتی ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے انہیں حضور روز قیامت کیسے پہچانیں گے فرمایا کہ اگر کسی کے پنج کلیان گھوڑے سیاہ گھوڑوں میں ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہ پہچان لے گا۔ عرض کیا بیشک

پہچان لے گا۔ فرمایا کہ میرے امتی اس شان سے محشر میں آئیں گے کہ ان کے پانچوں اعضاء چمکتے جگمگاتے ہوں گے اور میں حوض پر ان کا پیشوا ہونگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

قَالُوْا کَیْفَ تَعْلَمُ مَنْ لَمْ یَاتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِکَ یَا
رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ اَرَاَیتَ لَوْ اَنَّ رَجُلاً لَہٗ خَیْلٌ" غُرٌ"
مُحَجَّلَۃٌ بَیْنَ ظَھْرَیْ خَیْلٍ دُھْمٍ بُھْمٍ اَلاَ یَعْرِفُ
خَیْلَہٗ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَاِنَّھُمْ یَاتُوْنَ غُرًّا
مُحَجَّلِیْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَ اَنَا فَرَطُھُمْ عَلَی الْحَوْضِ.

تمام امتوں کا علم:

مخالفین تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی امت سے بے خبری ثابت کر رہے ہیں حالانکہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں ہی تمام امتوں کو دیکھ چکے ہیں متعدد احادیث میں سے صرف ایک حدیث ملاحظہ ہو:

"حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز پارہ الٓم ص ۱۱۲ میں فرماتے ہیں:

ودیلمی از ابو نافع روایت میکند کہ
آنحضرت ﷺ فرمودند مثلت لی اُمتی فی
الماء والطین یعنی تصویراتِ امتِ من در آب
و گل ساختہ بمن نمودند۔

یعنی دیلمی نے ابو نافع سے روایت کی ہے کہ سرور اکرم ﷺ
نے فرمایا کہ مجھے میری اُمت کی تصویر پانی اور مٹی میں بنا کر
دکھائی گئی۔"

جو ابھی سے امت کو دیکھ چکے ہیں وہ قیامت میں بھول جائیں گے سوال والی حدیث میں فضائل وضوء بیان کرنا مطلب تھا آپ نے فضائل بیان کئے لیکن مخالفین کو کچھ اور گندا خیال ذہن میں آ گیا۔

(لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اَنَا اَنَا میں میں کے سوال کا جواب:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں اپنے باپ کے قرضہ کے باب میں گیا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا۔ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں تو میں بھی ہوں۔ گویا یہ کلمہ آپ کو ناگوار گزرا۔

اس سے یہ بھی مخالفین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاعلمی ثابت کرتے ہیں بلکہ ایسی احادیث سے اپنا عقیدہ پکا کرتے ہیں کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کو تو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہوتا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس سے حضور علیہ السلام کو لاعلم ثابت کرنا پرلے درجہ کی جہالت بلکہ حماقت ہے اس لئے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو یقین تھا کہ باہر بولنے والا حضرت جابر ہے اور یہ کوئی اجنبی تو ہے نہیں بلکہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضوری اور خادم ہے اور ظاہر ہے کہ ہر انسان اپنے ساتھی کو آواز سے بھی پہچان جاتا ہے لیکن یہاں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

امت کی بھلائی کا ارادہ فرما کر تلقین فرمائی ہے کہ باہر سے بولنے والے کے لئے جب تک یقین نہ ہو کہ کون ہے باہر نہ نکلو اس لئے کہ

الصوت بشبه الصوت اور النغمة تشبه النغمة

﴿ترجمہ﴾......ایک کی آواز دوسرے کی آواز اور نغمہ کے مشابہ ہو سکتی ہے

اس لئے ممکن ہے کہ باہر سے بلانے والا تمہارا دشمن ہو وہ بلا کر تمہیں قتل کر دے یا اذیت پہنچائے جیسے آجکل ہو رہا ہے تو اسمیں آپکی حکمت پہ قربان کہ چودہ سو سال پہلے یہ درس دیا کہ باہر سے بلانے والے کا اعتبار نہ کرو جب تک کہ اسکے متعلق یقین نہ ہو کہ یہ کون ہے۔

یہ جواب بے شمار روایات پر سوالات کے لئے کام دیگا۔ مثلاً ایک بی بی نے پیام بھیجا کہ مسئلہ زکوٰۃ پوچھنا چاہتی ہوں اور میں زینب ہوں آپ نے فرمایا ای الزینب کون سی زینب اس میں بھی یہی راز تھا کہ زینب نام پر احکام کا مرتب نہیں ہوگا اس کے احوال پر حکم مرتب ہوگا تو وہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر وغیرہ کے لئے مسئلہ پوچھنا چاہتی ہے اسمیں آپ نے حاکموں اور مفتیوں کی رہبری فرمائی کہ ہر عورت کے لئے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں اسی لئے نام کے ساتھ کام کی تحقیق بھی کر لیا کریں۔

رُوح کی حقیقت کا علم:

منقول ہے کہ کچھ قریش یہودیوں کے پاس گئے ان سے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی علامتوں اور حضور کے احوال کے بارے میں پوچھا تو یہودیوں نے کہا کہ اُن سے تین باتیں دریافت کرو اگر وہ ان کا صحیح جواب دیدیں تو نبی و رسول ہے ورنہ دیوانہ شخص ہے۔

﴿۱﴾......ان سے پوچھو کہ وہ کون لوگ ہیں جو پچھلے زمانہ میں خدا کی طلب میں نکلے تھے؟ اس سے اُن کی مُراد اصحاب کہف تھی۔

﴿۲﴾......اور پھر ان سے پوچھو کہ وہ کون شخص ہے جس نے چوتھائی زمین کی سیر کی ہے؟ اس سے اُن کی مراد حضرت ذوالقرنین تھی۔

﴿۳﴾......اور آخر میں ان سے روح کے بارے میں پوچھو کہ وہ کیا ہے؟ اور اس کی کیا حقیقت ہے؟ اس پر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کل آنا' میں تم کو ان کا جواب دوں گا چونکہ آپ نے انشاء اللہ نہ کہا تھا اس پر کچھ دیر بعد وحی نازل ہوئی اور حق تعالیٰ نے فرمایا:۔

" ولا تقولن بشئی انی فاعل" ذالک غدًا الا ان یشاء اللّٰہ "

﴿ترجمہ﴾......آپ کسی چیز کے بارے میں یوں نہ کہیں کہ اسے کل کروں گا مگر یہ کہ آپ انشاء اللہ کہیں۔

اس کے بعد قرآن اصحاب کہف' اور حضرت ذوالقرنین کے بارے میں نازل ہوا اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے قصے پڑھ کر سنائے' اور پھر روح کی حقیقت کے بیان کے لئے کھڑے ہوئے جس پر آیۃ الروح نازل ہوئی۔

علماء فرماتے ہیں کہ راجح یہی ہے کہ اس سے مراد روحِ انسانی ہے لہذا کچھ لوگ یہی کہتے ہیں کہ اس سے مراد حق سبحانہٗ کا یہ ارشاد ہے کہ:

قل الروح من امر ربی

﴿ترجمہ﴾......اے نبی تم فرما دو رُوح میرے رَب کا حکم ہے۔"

مطلب یہ کہ روح کی حقیقت کو تنہا جاننے والی ذات رب تعالیٰ ہی ہے اور وہی اثر انداز ہے اس

کی حقیقت کی معرفت میں کسی اور کو کوئی دلیل و راہ نہیں ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اس آیت میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو روح کی ماہیت پر مطلع فرمایا ہے بلکہ محتمل ہے کہ مطلع کر دیا گیا ہوگا لیکن دوسروں کو اس پر باخبر کرنے کا حکم نہ فرمایا گیا ہوگا۔ بعض علماء قیامت کے علم و وقت کے بارے میں بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ (واللہ اعلم)' اور حق تعالیٰ کے اس قول کے مفہوم کی طرف اشارہ کرتا ہے:۔

" وما اوتیتم من العلم الا قلیلا "

﴿ترجمہ﴾...... اور تمہیں نہیں دیا گیا علم مگر بہت کم۔'

کیونکہ یہ خطاب اس کو ہے جس نے اس بارے میں سوال کیا تھا مطلب یہ کہ تم اس قابل نہیں کہ اس کی حقیقت کو جان سکو اور جو چیز اس حقیقت کے مانند ہے اس کے سمجھنے سے بھی تم عاجز ہو۔ لہذا یہودیوں کو علامات نبوت نہ بتانا اور اس کی خبر نہ دینا بھی اس بنا پر تھا' نہ کہ اس وجہ سے کہ آپ کو معلوم نہ تھا۔ اسی بناء پر یہودیوں نے کہا تھا کہ اگر جواب دیدیں تو سمجھ لینا کہ نبی ہیں۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا بیان لکھ کر فرماتے ہیں کہ کوئی مومن عارف کیسے جرأت کر سکتا ہے کہ حضور سید المرسلین امام العارفین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حقیقت روح کی نفی کر سکے کیونکہ حق تبارک و تعالیٰ نے آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے ذات و صفات کا علم دیا اور آپ پر اولین و آخرین کے علوم خوب واضح فرمائے تو روحِ انسانی کی حقیقت جامعہ کے پہلو میں کیا وقعت ہے؟ وہ علم و معرفت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے دریا کے مقابلے میں ایک قطرہ یا آفتاب روشن کے مقابلہ میں ایک ذرہ۔

(مدارج النبوۃ صفحہ جلد ۲)

﴿نوٹ﴾...... علم کے باوجود لاعلمی کا اظہار عام ہے جو مصلحت کے طور پر عوام میں بھی ہے اور خواص تو خواص ہی ہیں' فقیر بطور نمونہ دو ہستیوں کی مثال پیش کرتا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک نوجوان حاضر ہوا' اور بشری شکل میں کامل مکمل ایسے محسوس ہوتا تھا کہ ابھی نہا دھو کر بہترین لباس سے ملبوس تھا' عرض کی اسلام کیا ہے؟ آپ نے اسلام کی تشریح کی اس کے بعد ایمان و احسان کا پوچھا' آپ ﷺ نے ایمان و احسان کی تفصیل بتائی۔ وہ ہر بات پہ کہتا

"صَدَقْتَ"

'آپ نے سچ فرمایا'

ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ بِي يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ.

پھر وہ چلا گیا میں تھوڑی دیر ٹھہرا تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا جانتے ہو سائل کون تھا؟ میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتے ہیں آپ نے فرمایا وہ جبرئیل علیہ السلام تھے تمہارے ہاں تشریف لا کر تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے۔

(رواہ مسلم و بخاری وغیرہ)

﴿فائدہ﴾......

اس حدیث شریف میں واضح ہے کہ جبریل علیہ السلام اسلام و ایمان و احسان (تصوف) کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ کیا انہیں ان اُمور کا علم تھا یا نہ۔۔۔؟ یہ کہنا غلط ہے کہ انہیں ان کا علم نہ تھا اس لئے کہ جبریل علیہ السلام اگر ان اُمور سے بے خبر تھے تو پھر اتنا عرصہ وہ کیا تھے۔ یقیناً ان اُمور سے باخبر تھے اس کے باوجود سوال کر رہے ہیں تو ثابت ہوا کہ علم کے باوجود لاعلمی ظاہر کرنا لاعلمی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس میں حکمتیں ہوتی ہیں جیسے یہاں جبریل علیہ السلام کے لاعلمی کے اظہار پر تعلیم صحابہ مطلوب تھی۔ تو ایسے انبیاء بالخصوص امام الانبیاء علی نبینا علیھم الصلوٰۃ والسلام کا بعض اُمور میں لاعلمی کا اظہار لاعلمی سے نہیں بلکہ مبنی برحکمت ہوتا۔ یہی ہم کہتے ہیں:

ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو جانتے تھے کہ یہ جبریل علیہ السلام ہیں لیکن آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کون تھا۔ اسے لاعلمی نہیں، علم کہا جائے گا لیکن اظہار نہ کرنا بلکہ سوال کرنا واضح کرتا ہے کہ اسے عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ تم یقین کر لو کہ یہی جبریل علیہ السلام تھے جو تمہارے ہاں آکر تمہیں دین سیکھنے کا طریقہ سمجھا رہے تھے۔ اس حدیث مبارک کی تشریح و تفصیل فقیر کی کتاب "السلسبیل فی حدیث جبریل" میں پڑھیے۔

مزید برآں اسی حدیث میں ہے کہ:

سیدنا جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے چند سوال کرنے کے بعد وقت قیامت اور علامات قیامت دریافت فرمایا تو آپ کا ارشاد یوں ہوا:

قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَتِھَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَھَا وَاَنْ تَرَی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ الْعَالَۃَ رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ ○

﴿ترجمہ﴾...... "حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ مجھے قیامت کے متعلق خبر دیجئے تو آپ نے فرمایا اس بارے میں ہم سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام نے فرمایا' قیامت کی نشانی بتا دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا' پہلی نشانی لونڈی اپنے مالک یا آقا کو جنے گی یعنی اولاد کثرت سے ہوگی اور دوسرا برہنہ پا جسم مفلس و فقیر بکریاں چرانے والے عالیشان مکانات و عمارات میں زندگی بسر کرنے پر فخر کریں گے۔"

(مشکوٰۃ شریف)

﴿انتباہ﴾...... اس سے بھی مخالفین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاعلمی ثابت کرنے پر زور لگایا ہے حالانکہ اس روایت میں تو اُلٹا حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ثابت ہے اس لئے کہ اگر آپ کو علم قیامت کا علم نہ ہوتا تو جبریل علیہ السلام نے اس کا سوال کیوں کیا؟ اہل فہم خوب جانتے ہیں کہ سوال اہل علم سے کیا جاتا ہے جاہل سے نہیں کیا جاتا۔ جبریل علیہ السلام سے بڑھ کر عالم کون ہو سکتا ہے اسی لئے سوال کیا تاکہ یقین ہو کہ حضور علیہ السلام کو اس کا علم ہے لیکن ظاہر نہ

کرنے میں حکمت ہے وہ حکمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتادی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہ ہوتا تو جبریل علیہ السلام کو صنف کہہ دیتے لا اعلم بالاادری وغیرہ لیکن اس کے برعکس جب حضرت جبریل علیہ السلام نے قیامت کے متعلق دریافت کیا یعنی کہ قیامت کب آئے گی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے تکلف فرمایا:

" مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ "

﴿ترجمہ﴾......ہم اس بارے میں سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں۔

اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ جیسا میں اس اَمر کو بتعلیم الٰہی جانتا ہوں۔ ایسے ہی اس اَمر کے متعلق تمہیں بھی علم حاصل ہے یعنی بتعلیم الٰہی مجھے بھی وقت قیامت کا علم ہے۔ اور تجھے بھی بتعلیم الٰہی یہ علم حاصل ہے۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے قیامت کی نشانیوں کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے وہ بیان فرمائیں تو ثابت یہ ہوا کہ وقت قیامت کا سوال اور علامات قیامت کا سوال آپ سے اسی لئے کیا گیا کہ آپ کو علم ہے لیکن وقت قیامت کے متعلق آپ نے اظہار نہ فرمایا اور ما المسئول عنھا باعلم من السّائل فرما کر جبریل علیہ السلام کو سمجھا دیا کہ یہ چیز عام ظاہر کرنے والی نہیں جب کہ تم بھی خوب جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں اور آگے علاماتِ قیامت کا ذکر فرما دینا یہ بھی دلیل ہوئی اس بات پر کہ آپ کو قیامت کا علم ہے۔ علاماتِ قیامت بغیر علم وقوعِ قیامت کیسے بتا سکتے ہیں۔ یہ وہی بتا سکتے ہیں جن کو وقت قیامت کا علم ہے۔ کیونکہ شئے کی نشانیاں وہی بتا سکتا ہے جو شئے کو کلی خود جانتا ہو۔ مثلاً مدینہ پاک جس نے دیکھا ہے وہی اس کی نشانیاں بتا سکے گا جس نے مدینہ پاک دیکھا ہی نہیں وہ اس کی علامات کیا بتائے گا۔۔۔۔؟ فافھم ولا تکن من الوھابین

حضرت یعقوب علیہ السلام:

رُوح البیان کی طویل بحث کو خلاصہ کر کے عرض کروں جب بنیامین کو بھائی یعقوب علیہ السلام سے لے کر عزیز مصر یوسف علیہ السلام کے ہاں پہنچانا چاہتے تھے تو یعقوب علیہ السلام پہلے ایسے خطرہ (یوسف علیہ السلام کے ساتھ بھائیوں کا دھوکہ) سے انکار کرتے رہے بالآخر جب انہوں نے حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کی ضمانت دی تو آپ نے بنیامین کی اجازت دیکر' الاان یحاط بکم' (مگر یہ کہ تم مصیبت کے گھیرے میں آجاؤ) میں تصریح کردی کہ تم مصیبت میں گرفتار ہو گے اس کے باوجود آپ نے اُنہیں وصیت فرمائی کہ

"لا تدخلومن باب واحد"

﴿ترجمہ﴾......'تمام بھائی ایک دروازے سے داخل نہ ہونا'

"وادخلوا من ابواب متفرقۃ ء"

﴿ترجمہ﴾......متفرق دروازوں سے جانا

اس کی وجہ تفسیر روح البیان میں لکھی ہے کہ ان پر بدنظر کے خطرہ سے ایسے فرمایا کہ لوگ یہ کہیں گے یہ ایک باپ کے اتنا بڑے طاقتور اور حسین بیٹے۔۔۔

روح البیان میں تقریر سے ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے صاحبزادوں پر نزولِ مصیبت کا علم تھا۔

﴿سوال﴾......اگر یعقوب علیہ السلام کو علم تھا تو بیٹوں کو عمداً ہلاکت کے منہ میں کیوں ڈالا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ

﴿ترجمہ﴾......اور خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو

﴿جواب﴾......انبیاء علیہم السلام تقدیر ربانی کے سامنے سر جھکاتے ہوئے تدبیر بھی کرتے ہیں کیونکہ وہ تدبیر پر مامور ہیں کیونکہ یہ اسباب کی دُنیا ہے اور اسباب کے مطابق کام کرنا لاعلمی کی دلیل نہیں ہوتی بلکہ وہ ایسی تدابیر سے اُمت کو تعلیم دیتے ہیں کہ اسباب کے مطابق عمل کر کے عقیدہ یہی رکھو کہ وہی ہوگا جو منظورِ خدا ہوگا۔

مزید تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ”علم یعقوب علیہ السلام“

اپنی انہی چند ابحاث پر اکتفا کرتا ہوں

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ

علی حبیبہ الکریم الامین و علیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۲۰ شعبان ۱۴۲۸ھ

بروز سوموار شریف قبل صلوٰۃ العصر